سلسلة المناهج الدراسية

وفاق المدارس السلفیہ میں علم الوقف والابتداء کا نصابِ تعلیم

المدخل الی علم الوقف والابتداء

ومعه

تسهیل الاهتداء فی الوقف والابتداء



تالیف

قاری محمد ابراہیم میر محمدی عفی عنہ

فاضل مدینہ یونیورسٹی

ترتیب و اضافہ

قاری محمد مصطفی راسخ حفظہ اللہ

کلیۃ القرآن الکریم والتربیۃ الاسلامیۃ

ادارۃ الاصلاح ٹرسٹ پاکستان البدر (بونگہ بلوچاں) نزد پھول نگر قصور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

سلسلة المناهج الدراسية

وفاق المدارس السلفیہ میں علم الوقف والابتداء کا نصابِ تعلیم

المدخل الی علم الوقف والابتداء

ومعہ

تسہیل الاہتداء فی الوقف والابتداء



تالیف
قاری محمد ابراہیم میر محمدی عفی عنہ
فاضل مدینہ یونیورسٹی

ترتیب واضافہ
قاری محمد مصطفی راسخ حفظہ اللہ

کلیۃ القرآن الکریم والتربیۃ الاسلامیۃ
ادارۃ الاصلاح ٹرسٹ پاکستان البدر (بونگہ بلوچاں) نزد پھول نگر قصور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب	:	المدخل الی علم الوقف والابتداء و معه تسهيل الاهتداء فی الوقف والابتداء
تالیف	:	قاری محمد ابراہیم میر محمدی حفظہ اللہ
ترتیب واضافہ	:	قاری محمد مصطفی راسخ حفظہ اللہ
ناشر	:	كلية القرآن الكريم والتربية الاسلامية
کمپوزنگ	:	مکتبۃ الکتاب، فون: 0321-4210145
اہتمام	:	عبدالرؤف، فون: 0321-4210145
پریس	:	شفیق پریس، لاہور

www.quraancollege.com Email.quraancollege@hotmail.com

یطلب من

كلية القرآن الكريم والتربية الاسلامية

ادارۃ الاصلاح ٹرسٹ پاکستان

البدر (بونگہ بلوچاں) پھول نگر ضلع قصور

فون: 0333-4296679

فون: 0333-4358421

فون: 0333-4434193

فہرست

خاتمہ:

عرضِ مرتب

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ، وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ، اَمَّا بَعْدُ!

یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ قرآنِ مجید تمام آسمانی کتب میں سے افضل و اعلیٰ اور عالم گیر قانونِ زندگی پر مبنی کتاب ہے۔ اس وقت اس جیسی کوئی عظیم الشان اور ذی وقار کتاب دنیا میں موجود نہیں ہے۔ اس کی ایک واضح دلیل یہ ہے کہ پہلی تمام کتب تحریف و تصحیف کا شکار ہو چکی ہیں، جبکہ قرآن مجید چودہ سو سال گزر جانے کے باوجود اپنے زمانہ نزول سے لے کر آج تک اپنی اصلی حالت میں محفوظ ہے، اور دشمنانِ اسلام کی دسیسہ کاریوں اور اپنوں کی کوتاہیوں کے باوجود پوری آب و تاب کے ساتھ رنگِ کائنات میں جلوہ افروز ہے۔

قرآن مجید کی ایک ایک چیز حتیٰ کہ صحت ادا تک محفوظ ہے۔ قادر مطلق کی قدرت دیکھئے کہ اس نے اپنی اس کتاب کی حفاظت کے لیے اپنے بندوں میں سے ہی چند سعادت مند حضرات کا انتخاب کیا اور انہیں اس ذمہ داری کو نبھانے کی توفیق عطا فرمائی۔ چنانچہ الفاظ کی حفاظت حفاظ کرام کے ذریعے فرمائی، قراءات متواترہ، (جو الفاظ قرآن کا ہی ایک حصہ ہیں) کی حفاظت کا کام ماہر قراء کرام سے لیا۔ قرآن مجید کی وہ صحت اداء، جو نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سکھلائی تھی، آج تک قراء کرام اور مجوّدین کے ذریعے مسلسل محفوظ چلی آ رہی ہے اور قرآن مجید میں امالہ واشمام وغیرہ کے متعدد ایسے کلمات موجود ہیں جو تلقی و مشافہت کے بغیر نہیں سیکھے جا سکتے۔ کتابت قرآن مجید کا وہ مخصوص و معتمد علیہ انداز جس کو ''رسم عثمانی'' کہا جاتا ہے وہ توقیفی ہے، جسے عہد صدیقی و عہد عثمانی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع سے اختیار کیا گیا تھا، اس کی حفاظت بھی قراء کرام کے ذمہ لگائی۔ علم الفواصل یعنی رؤوس آیات کا علم، کہ کہاں کہاں آیت ہے، کہاں کہاں آیت نہیں ہے، پھر ان میں سے اتفاقی آیات کتنی ہیں اور اختلافی آیات کتنی ہیں وغیرہ کا علم آیات شمار کرنے والے ائمہ کرام کے ذریعے محفوظ فرمایا۔

معانی قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری ان راسخ و متبحر اہل علم کے سپرد کر دی، جنھوں نے معانی کی اصل روح کو سمجھنے اور سمجھانے کے لیے متعدد علوم وفنون وضع کر دیئے۔

ان متعدد علومِ قرآن میں سے ایک اہم ترین علم ''علم الوقف و الابتداء'' ہے۔ جس کی معرفت حاصل کرنا ہر مسلمان پر ضروری اور لازم ہے، ورنہ ترتیل القرآن کا صحیح تصور جلوہ فگن نہیں ہوسکتا کیونکہ ترتیل دو چیزوں کا نام ہے: (۱) تجوید الحروف (۲) معرفۃ الوقوف

علمائے امت نے دیگر علوم قرآن کی مانند اس بنیادی علم ''علم الوقف و الابتداء'' کی تدوین کا بھی خصوصی اہتمام فرمایا، اس کے فروغ کے لیے بڑی شاندار خدمات انجام دیں، اور اس پر متعدد ضخیم و مختصر کتب لکھیں۔ یوں تو اس علم پر درجنوں کتب لکھی جا چکی ہیں، جیسا کہ ڈاکٹر عبدالکریم ابراہیم عوض صالح مدرس کلیۃ القرآن الکریم جامعہ ازہر نے اپنی کتاب ''اَلْوَقْفُ وَ الْاِبْتِدَاءُ وَصِلَتُهُمَا بِالْمَعْنٰى فِي الْقُرْآنِ الْكَرِيْمِ'' [۲۵، ۳۵] میں ۵۷ کتب، اور محترم قاری ادریس العاصم حفظہ اللہ نے اپنی کتاب ''اَلْاِهْتِدَاء فِي الْوَقْفِ وَ الْاِبْتِدَاءِ'' [۱۰، ۲۲] کے مقدمہ میں ۸۸ عربی اور ۱۴ اردو کتب کا تذکرہ کیا ہے، لیکن یہاں ہم اختصار کی غرض سے چند ابتدائی کتب کے نام لکھنے پر ہی اکتفاء کریں گے، جو درج ذیل ہیں:

۱۔ كِتَابُ الْوَقْفِ وَالْاِبْتِدَآءِ: امام ضرار بن صرد بن سلیمان تمیمی کوفی رحمہ اللہ (ت ۱۲۹ھ) ❶

۲۔ كِتَابُ الْوُقُوْفِ: امام شیبہ بن نصاح مخزومی مدنی رحمہ اللہ (ت ۱۳۰ھ) ❷

ان کے بارے میں علامہ ابن الجزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((وَ هُوَ اَوَّلُ مَنْ اَلَّفَ فِي الْوُقُوْفِ وَ كِتَابُهٗ مَشْهُوْرٌ)) ❸

''آپ نے وقوف پر سب سے پہلے کتاب تالیف کی، آپ کی یہ کتاب بہت مشہور ہے۔''

۳۔ اَلْوَقْفُ وَالْاِبْتِدَآءُ: امام ابوعمرو بن العلاء مازنی بصری رحمہ اللہ (ت ۱۵۴ھ) ❹ آپ قراء سبعہ میں سے ایک ہیں۔

۴۔ اَلْوَقْفُ وَالْاِبْتِدَآءُ: امام حمزہ بن حبیب بن عمارہ بن اسماعیل تمیمی رحمہ اللہ

---

❶ غاية النهاية فی طبقات القراء: ۱/ ۳۸۸.
❷ غاية النهاية: ۱/ ۳۲۹.
❸ غاية النهاية: ۱/ ۳۳۰.
❹ غاية النهاية: ۱/ ۲۸۸.

(ت ۱۵۶ھ)۔ آپ بھی قراء سبعہ میں سے ہیں۔ ❶

۵۔ اَلْوَقْفُ التَّمَامُ: امام نافع بن عبدالرحمٰن بن ابی نعیم اللیثی رحمہ اللہ (ت ۱۶۹ھ)۔ آپ بھی قراء سبعہ میں سے ہیں۔ ❷

۶۔ اَلْوَقْفُ وَالْاِبْتِدَآءُ الْکَبِیْرُ: امام ابوجعفر محمد بن ابوسارہ کوفی نحوی رحمہ اللہ (ت ۱۷۰ھ)۔ آپ امام کسائی رحمہ اللہ اور امام فراء رحمہ اللہ کے استاد ہیں۔ آپ کی ایک کتاب ”اَلْوَقْفُ وَالْاِبْتِدَآءُ الصَّغِیْرُ“ بھی ہے۔ ❸

۷۔ اَلْوَقْفُ وَالْاِبْتِدَآءُ: امام علی بن حمزہ بن عبداللہ بن بہمن الاسدی الکسائی رحمہ اللہ (ت ۱۸۹ھ)۔ آپ بھی قراء سبعہ میں سے ہیں۔ ❹

۸۔ اَلْوَقْفُ وَالْاِبْتِدَآءُ: امام یحیٰ بن مبارک بن مغیرہ العدوی البصری رحمہ اللہ (ت ۲۰۲ھ)۔ ❺

۹۔ وَقْفُ التَّمَامُ: امام یعقوب بن اسحاق بن زید بن عبداللہ الحضرمی رحمہ اللہ (ت ۲۰۵ھ)۔ آپ قراء عشرہ میں سے نویں امام ہیں۔ ❻

۱۰۔ اَلْوَقْفُ وَالْاِبْتِدَآءُ: امام یحیٰ بن زیاد بن عبداللہ بن منصور الاسلمی رحمہ اللہ (ت ۲۰۷ھ)۔ آپ کی ایک کتاب ”حَدُّ الْاِبْتِدَآءِ وَالْقَطْعِ“ بھی ہے۔ ❼

علم وقف وابتداء پر لکھی گئی سب سے پہلی کتاب:

علامہ ابن الجزری رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق علم وقف وابتداء پر لکھی گئی سب سے پہلی کتاب امام شیبہ بن نصاح مخزومی مدنی رحمہ اللہ کی ہے، جن کی وفات ۱۳۰ھ میں ہوئی (جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے)۔ جبکہ علم قراءات پر لکھی گئی سب سے پہلی کتاب امام ابوحاتم سہل بن محمد بن عثمان بن یزید السجستانی رحمہ اللہ کی ہے، جن کی وفات ۲۵۵ھ میں ہوئی۔ ❽

علم الوقف والابتداء کی اہمیت وضرورت کے پس منظر میں اتنا ہی کافی ہے کہ یہ علم قراءات سے ۱۲۵ سال پہلے مدوّن ہوا، اہل علم کی سوانح حیات کا مطالعہ کرنے سے معلوم

❶ غاية النهاية: ١/٢٦١. ❷ غاية النهاية: ٢/٣٣٠.
❸ الفهرست: ٦٩. ❹ الفهرست: ٥٤. ❺ غاية النهاية: ٢/٣٨٥.
❻ غاية النهاية: ٢/٢٨٦. ❼ غاية النهاية: ٢/٣٧١. ❽ غاية النهاية: ١/٣٢٠.

ہوتا ہے کہ قرونِ اولیٰ میں اس علم کی بہت زیادہ اہمیت تھی اور بلند پایہ اہل علم وفضل کا محبوب ترین موضوع، اور اس فن کی خدمت وفروغ ان کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔

سابقہ تقریر سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ دورانِ تلاوت جس طرح قواعد تجوید کی رعایت رکھنا واجب اور ضروری ہے، اسی طرح حسنِ وقف و ابتداء کا لحاظ رکھنا بھی واجب اور ضروری ہے۔ کلیۃ القرآن الکریم کے نصاب میں علم الوقف والابتداء کا مادہ شامل کیے جانے کے بعد اس امر کی اشد ضرورت محسوس ہوئی کہ ایک ایسی کتاب تیار کی جائے جو اپنے فن کے عنوانات پر جامع ہونے کے ساتھ ساتھ مختصر اور نصابی ضروریات کو پورا کرنے والی بھی ہو۔ بازار میں دستیاب کتب اپنی طوالت وضخامت کے سبب مبتدی طلباء کے لیے دشواری کا سبب تھیں۔ چنانچہ اس ضرورت کی تکمیل کے لیے استاد محترم قاری محمد ابراہیم میر محمدی حفظہ اللہ نے دو رسائل "اَلْمَدْخَلُ إِلٰی عِلْمِ الْوَقْفِ وَالْاِبْتِدَآءِ" اور "تَسْهِيلُ الْاِهْتِدَآءِ فِي عِلْمِ الْوَقْفِ وَالْاِبْتِدَآءِ" تیار کیے۔ لیکن دونوں رسائل کے غیر مطبوع ہونے کی وجہ سے طلبا کے لیے اُن کا حصول ایک دشوار کام تھا، اب ان دونوں رسائل کو استادِ محترم قاری محمد ابراہیم میر محمدی حفظہ اللہ کی زیر نگرانی نئی ترتیب اور مفید اضافہ جات کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے، تاکہ پورے ملک میں کلیۃ القرآن الکریم کے طلبا کے لیے علم الوقف والابتداء کے مادہ کی دستیابی آسان ہو سکے۔ نیز کتاب کے آخر میں خاتمہ کے نام سے ایک مستقل بحث کا اضافہ کیا ہے جس میں ان آیات کو جمع کر دیا ہے جن میں اختلاف قراءات کی وجہ سے وقوف میں تبدیلی پائی جاتی ہے۔

بارگاہِ الٰہی میں دعا ہے کہ وہ اس خدمت کو شرفِ قبولیت سے سرفراز کرتے ہوئے تمام تشنگانِ علم کے لیے نجات کا باعث بنائے۔ آمین

مرتب

قاری محمد مصطفیٰ راسخ

وفقا للمنهج المقرر علي طلاب السنة الأولي

بقسم القراء ات بكلية القرآن الكريم

المدخل

إلى

علم الوقف والابتداء

ترتيب

خادم القرآن والقراء ات

قاری محمد ابراہیم میر محمدی عفی عنہ

فاضل مدینہ یونیورسٹی

علم وقف وابتداء کی اہمیت وضرورت

اہلِ دنیا کا یہ دستور ہے کہ وہ اپنے بادشاہوں اور پیشواؤں کا کلام بڑے ادب واحترام سے پڑھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام بادشاہوں کے بادشاہ ہیں، اس کا کلام تمام کلاموں کا سردار ہے۔ جو اس بات کا زیادہ تقاضا کرتا ہے کہ اس کی تلاوت ادب واحترام کے ساتھ کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ احسان ہے کہ اس نے اپنے کلام کی تلاوت کرنے کے آداب بھی خود ہی بیان فرما دیئے ہیں۔ ان آداب میں سے ایک ادب یہ ہے کہ کلامِ الٰہی کو ترتیل، یعنی حروف کی عمدہ ادائیگی اور اوقاف کا لحاظ کرتے ہوئے ادا کرنا چاہیے۔

جس طرح قرآن وحدیث اور اجماع امت سے، قرآن مجید کو تجوید کے ساتھ پڑھنے کا وجوب ہے، اسی طرح قرآنی اوقاف کی معرفت اور دورانِ تلاوت اس کی رعایت رکھنا بھی واجب ہے۔ کیونکہ تجوید حروف کی درست ادائیگی کا ذریعہ ہے تو معرفتِ وقوف اس کی اعلیٰ تفہیم کا ذریعہ ہے۔

دوران تلاوت سانس لینا ہر انسان کی فطری ضرورت ہے، لہٰذا ہر قاری قرآن پر لازم ہے کہ وہ اس بات کا علم حاصل کرے کہ کہاں وقف کرنا درست ہے اور کہاں ناجائز۔ تاکہ کلامِ الٰہی کا صحیح فہم حاصل ہو سکے۔ ہوتا یوں ہے بسا اوقات انسان معنی مکمل ہونے سے پہلے ہی وقف کر دیتا ہے، جس پر قاری اور سننے والا دونوں ہی کلام اللہ کا صحیح معنی سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں یا کوئی غلط معنی مراد لینے کا امکان ہوتا ہے جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ معنی کی درستگی، وقفِ صحیح کے مرہون منت ہے۔

علم وقف وابتداء کی معرفت کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے بھی ہوتا ہے کہ بعض اوقات بے موقع وقف، ابتدا یا اعادہ کرنے سے معنی میں خلل آجاتا ہے اور نماز ضائع یا ناقص ہو جاتی

ہے۔جس سے بچنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ قرآن کریم کے معانی پر غور کیا جائے اور علم اوقاف کی تعلیم حاصل کی جائے۔

علامہ زرکشی رحمہ اللہ (ت ۷۹۴ھ) اپنی کتاب ''البرھان فی علوم القرآن'' میں امام ابن مجاہد رحمہ اللہ (ت ۳۲۴ھ) سے نقل کرتے ہیں کہ اوقاف کی معرفت کے لیے درج ذیل چار علوم کو جاننا ضروری ہے:

(۱) قرآن مجید کا ترجمہ اور معانی

(۲) علم نحو اور ترکیب

(۳) علم قراءات

(۴) علم تفسیر و قرآنی قصص

امام ابن مجاہد کے علاوہ دیگر بعض اہل علم نے ''علم فقہ'' کا جاننا بھی ضروری قرار دیا ہے۔

قرآن کریم کی تلاوت کی سعادت تو ہر عام و خاص حاصل کرتا ہے اس لیے عوام الناس کے لیے ان علوم کی معرفت ممکن نہیں ہے اس لیے علماء نے عام مسلمانوں کی سہولت کی خاطر قرآنِ کریم میں جگہ جگہ ایسی علامات لگا دی ہیں جن کی پیروی کرنے سے ایک عام انسان اور مبتدی طالب علم اوقاف کی غلطی سے محفوظ ہو جاتا ہے۔جن میں ایک قابل قدر خدمت علامہ سجاوندی رحمہ اللہ کی ہے۔ان کے بعد عصر حاضر میں مجمع ملک فہد سے وابستہ کبار علمائے تفسیر و قراءات کی جماعت نے مزید عروج بخشا ہے۔فجزاهم الله أحسن الجزاء .

قرآن مجید سے دلائل:

۱۔ وقف کی اہمیت کے سلسلہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلًا﴾ (الفرقان : ۳۲)

''اور ہم نے قرآن مجید کو (بواسطہ جبریل) ترتیل تامہ کے ساتھ (اپنے رسول کو) پڑھ کر سنایا۔''

مذکورہ بالا آیت مبارکہ میں باری تعالیٰ خود اپنے انداز تلاوت کے متعلق ارشاد فرمار ہے

ہیں کہ ہم نے بھی قرآن کو ترتیل کے ساتھ یعنی الفاظ کی عمدگی اور اوقاف کی رعایت رکھتے ہوئے، تلاوت کیا۔ اور پھر یہی جنابِ رسالت مآب ﷺ کو دیا۔

۲۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا﴾ (المزمل: ٤)

''اور قرآن مجید کو ترتیل کے ساتھ خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔''

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ ترتیل کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((اَلتَّرْتِيْلُ: هُوَ تَجْوِيْدُ الْحُرُوْفِ وَ مَعْرِفَةُ الْوُقُوْفِ)) ❶

''ترتیل سے مراد حروف کی عمدہ ادائیگی اور وقوف کی معرفت ہے۔''

ایک دوسری روایت کے مطابق سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے ''ترتیل'' کے معنی دریافت کیے گئے تو انہوں نے فرمایا:

((هُوَ حِفْظُ الْوُقُوْفِ وَ بَيَانُ الْحُرُوْفِ)) ❷

''ترتیل اوقاف کی پابندی اور حروف کی وضاحت سے ادائیگی کا نام ہے۔''

امام ابوجعفر نحاس رحمہ اللہ (ت ۳۳۸ھ) سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ ان سے ''ترتیل'' کے معنی دریافت کیے گئے تو انہوں نے فرمایا:

((بَيِّنْهُ تَبْيِيْنًا)) ❸

((اَلتَّبْيِيْنُ، تَفْصِيْلُ الْحُرُوْفِ وَ الْوَقْفُ عَلٰى مَا تَمَّ مَعْنَاهُ مِنْهَا)) ❹

''تبیین سے مراد حروف کو تجوید کے ساتھ پڑھنا اور ایسی جگہ وقف کرنا جہاں معنی مکمل ہو رہا ہو۔''

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو ترتیل سے پڑھنے کا صرف حکم ہی نہیں

---

❶ النشر فی القراء ات العشر: ۱/ ۲۲۵۔
❷ الکافی لیعقوب کلینی (ت ۳۲۸ھ)
❸ القطع و الائتناف ۱/ ۷٤۔
❹ القطع والإئتناف: ۱/ ۷٤۔

دیا، بلکہ تاکید کے لیے ﴿تَـرْتِیْلًا﴾ مصدر بھی ذکر فرمایا ہے جو اس کے قطعی واجب ہونے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

۳۔ دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ قُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ﴾ (بنی اسرائیل : ۱۰٦)

''اور ہم نے قرآن مجید کو ترتیل کے ساتھ تھوڑا تھوڑا کر کے نازل فرمایا ہے، تاکہ آپ اسے لوگوں کو ترتیل سے پڑھ کر سنائیں۔''

اس آیت مبارکہ کے کلمہ ﴿فَرَقْنٰهُ﴾ میں دو قراءات ہیں:

ایک ﴿فَرَقْنٰهُ﴾ راء کی تخفیف کے ساتھ۔

جس کے معنی ہیں ((بَیَّـنَّاهُ وَ اَوْضَحْنَاهُ وَ فَصَّلْنَاهُ)) یعنی صاف صاف اور واضح انداز میں آیتوں اور سورتوں کی شکل میں تقسیم کر کے ترتیل کے ساتھ اتارا ہے۔

﴿مُكْثٍ﴾ کے بارے میں امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''مجاہد رحمہ اللہ نے اس کا معنی ''ترتیل'' بیان کیا ہے، جبکہ ابن زید رحمہ اللہ نے اس کی تفسیر میں آیت مبارکہ ﴿وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا﴾ تلاوت کی۔

امام قرطبی رحمہ اللہ نے ﴿مُكْثٍ﴾ کے معنی ((تَـرَسُّلٍ فِی التِّلَاوَةِ وَ تَرْتِیْلٍ)) کیے ہیں ''یعنی خوش آوازی سے تجوید، حسن وقف اور حسن ابتداء کے ساتھ تلاوت کرنا'' نیز قرطبی لکھتے ہیں کہ مجاہد، ابن عباس اور ابن جریج نے بھی ﴿مُكْثٍ﴾ کا یہی مفہوم بیان فرمایا ہے۔

علامہ شوکانی رحمہ اللہ نے ﴿عَلٰى مُكْثٍ﴾ کے معنی ((تَرَسُّلٌ وَ تَمَهُّلٌ)) بیان فرمائے ہیں اور یہ بھی ترتیل کے ہم معنی ہیں۔ یعنی ''ترسل'' بمعنی تجوید اور ''تمھل'' بمعنی حسن وقف وابتداء۔

دوسری قراءت ((فَرَّقْنٰهُ)) راء کی تشدید کے ساتھ ہے۔

یہ بعض جلیل القدر صحابہ کرام کی طرف منسوب ہے لیکن تواتر تک نہ پہنچنے کی وجہ سے شاذ ہے۔ اس کے معنی ہیں ہم نے قرآن مجید کو موقع کی مناسبت سے حسب ضرورت تھوڑا تھوڑا

کر کے نازل فرمایا ہے۔ اس صورت میں ﴿عَلٰی مُکْثٍ﴾ کے معنی ہوں گے کہ طویل مدت میں تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کرنا۔ اہل علم نے ان دونوں معانی کو درست قرار دیا ہے۔

مذکورہ بالا آیات قرآنیہ اور ان کی تفاسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ ''ترتیل'' دو چیزوں حروف کو عمدگی کے ساتھ قواعد تجوید کی رعایت رکھتے ہوئے ادا کرنے، اور اوقاف کی معرفت حاصل کرنے کا نام ہے۔

گویا تجوید کی طرح وقوف کی معرفت بھی ترتیل کا ایک حصہ اور جز ہے۔ قرآن مجید کو ان دونوں اجزاء سمیت ترتیل سے پڑھنا واجب اور ضروری ہے۔

اس علم کی فضیلت کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ترتیل کی نسبت خود اپنی طرف فرمائی ہے، پھر اپنے نبی ﷺ کو حکم فرمایا ہے کہ وہ خود بھی ترتیل سے تلاوت کریں، لوگوں کو بھی ترتیل سے پڑھائیں، اور انہیں ترتیل ہی کے ساتھ پڑھنے کا حکم دیں۔ چنانچہ آیت مبارکہ ﴿وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلًا﴾ میں نبی کریم کو ترتیل کے ساتھ پڑھنے، اور آیت مبارکہ ﴿لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰی مُكْثٍ﴾ میں لوگوں کو ترتیل کے ساتھ پڑھانے کا حکم ہے۔

احادیث نبویہ سے دلائل:

۱۔ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((لَقَدْ عِشْنَا بُرْهَةً مِّنْ دَهْرِنَا، وَ إِنَّ أَحَدَنَا لَيُؤْتَى الْإِيْمَانَ قَبْلَ الْقُرْآنِ، وَ تَنْزِلُ السُّوْرَةُ عَلٰى مُحَمَّدٍ فَنَتَعَلَّمُ حَلَالَهَا وَ حَرَامَهَا، وَ مَا يَنْبَغِيْ أَنْ يُوْقَفَ عِنْدَهٗ مِنْهَا، كَمَا تَتَعَلَّمُوْنَ أَنْتُمُ الْيَوْمَ الْقُرْآنَ، وَ لَقَدْ رَأَيْتُ الْيَوْمَ رِجَالًا يُؤْتٰى أَحَدُهُمُ الْقُرْآنُ قَبْلَ الْإِيْمَان، فَيَقْرَأُ مَا بَيْنَ فَاتِحَتِهٖ إِلٰى خَاتِمَتِهٖ، لَا يَدْرِيْ مَا آمِرُهٗ وَ لَا زَاجِرُهٗ وَ لَا مَا يَنْبَغِيْ أَنْ يُوْقَفَ عِنْدَهٗ مِنْهُ وَ يَنْثُرُهٗ نَثْرَ الدَّقْلِ)) [1]

[1] السنن الكبرى للبيهقي: ۳/۱۲۰.

''ہم نے اپنے زمانے کا ایک روشن دور گزارا ہے، جس میں ہمیں قرآن مجید سے پہلے ایمان کی تعلیم دی جاتی تھی، جب نبی کریم ﷺ پر کوئی سورہ نازل ہوتی تو ہم اس کے حلال و حرام اور مقاماتِ وقف کی تعلیم اس طرح حاصل کرتے، جس طرح تم آج قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرتے ہو۔ جبکہ آج صورتِ حال یہ ہے کہ میں بعض ایسے افراد کو دیکھ رہا ہوں، جنہیں تعلیم ایمان سے پہلے قرآن سکھا دیا جاتا ہے، وہ سورہ فاتحہ سے لے کر آخر قرآن تک پڑھ جاتا ہے، لیکن اسے کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ کس بات کا حکم ہو رہا ہے، کس چیز سے منع کیا جا رہا ہے اور نہ ہی اسے یہ پہچان ہوتی ہے کہ وقف کہاں کرنا ہے۔ وہ بالکل بے جوڑ نثر کی طرح قرآن کی تلاوت کرتا ہے۔''

''یہ حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مقاماتِ اوقاف کی اس اہتمام کے ساتھ تعلیم حاصل کیا کرتے تھے، جس اہتمام کے ساتھ قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرتے تھے اور جناب ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول ((لَقَدْ عِشْنَا بُــرْهَةً مِّنْ دَهْــرِنَــا)) اس امر پر بڑی واضح دلالت کر رہا ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاں علم وقف کو سیکھنا انتہائی اہم و ضروری عمل تھا۔ گویا کہ اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع تھا۔'' [1]

امام دانی رحمہ اللہ ابن عمر کے اس قول کے ذیل میں رقم طراز ہیں:

''قول ابن عمر رضی اللہ عنہما اس امر کی دلیل ہے کہ علم وقف توقیفی علم ہے، جو نبی کریم ﷺ کے واضح حکم تعلیم دینے سے ثابت ہے اور اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔'' [2]

علامہ ابن جزری رحمہ اللہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے تفسیری قول ((اَلتَّــرْتِيْــلُ: هُــوَ تَــجْوِيْدُ

---

[1] القطع و الائتناف: ٨٧.

[2] المكتفى في الوقف و الابتداء: ١٣٤، ١٣٥.

الْحُرُوْفِ وَ مَعْرِفَةُ الْوُقُوْفِ)) اور حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے یہ دونوں آثار اس بات کی دلیل ہیں کہ علم تجوید کو سیکھنا اور اوقاف کی معرفت حاصل کرنا، اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔'' ❶

۲۔ سیّدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((جَاءَ رَجُلَان إِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ، فَتَشَهَّدَ أَحَدُهُمَا فَقَالَ: مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ، فَقَدْ رَشَدَ، وَ مَنْ يَعْصِهِمَا! فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: قُمْ -أَوِ اذْهَبْ- بِئْسَ الْخَطِيْبُ أَنْتَ)) ❷

''نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں دو آدمی حاضر ہوئے، ان میں سے ایک نے کہا: ((مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ، فَقَدْ رَشَدَ، وَ مَنْ يَعْصِهِمَا)) اور ((وَ مَنْ يَعْصِهِمَا)) پر وقف کر دیا۔ (جس کے معنی ہوں گے)، جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی وہ ہدایت پا گیا اور جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی (وہ بھی ہدایت پا گیا) العیاذ باللہ! نبی کریم ﷺ نے یہ سن کر کہا: اٹھ جا- یا فرمایا یہاں سے چلا جا- تو برا خطیب ہے۔''

ایک دوسری روایت کے الفاظ ہیں:

((بِئْسَ خَطِيْبُ الْقَوْمِ أَنْتَ))

''تو قوم کا برا خطیب ہے۔''

امام اشمونی رحمہ اللہ نے یہ کلمات بھی روایت کیے ہیں کہ آپ ﷺ نے اس کوتاہی پر اُسے تعلیم دیتے ہوئے کہا:

((قُلْ وَ مَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ غَوٰی))

---

❶ النشر في القراء ات العشر: ١/٢٢٥.

❷ مسلم: ٢/٥٩٤، مسند احمد: ٤/٢٥٦.

''تم کہو! جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ گمراہ ہو گیا۔''

امام دانی رحمہ اللہ اس حدیث مبارکہ کو نقل کرنے کے بعد رقمطراز ہیں:

''مذکورہ واقعہ سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ وقف قبیح اس وجہ سے مکروہ عمل ہے کہ کلام کی حقیقت اور اس کے درست معنی ہی ختم ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطیب کو اٹھا دیا تھا، کیونکہ اس نے بے موقع وقف کر کے فرمانبردار اور نافرمان دونوں کو ایک ہی بشارت میں جمع کر دیا تھا۔

حالانکہ ضروری تھا کہ وہ ((فَقَدْ رَشَدَ)) پر وقف کر کے ما بعد سے ابتداء کرتا، اور اپنے کلام کو آخر تک ملاتا اور کہتا: ((وَ مَنْ يَّعْصِهِمَا فَقَدْ هَوٰى)) جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ ہلاک ہو گیا۔''

علامہ دانی رحمہ اللہ اس بات پر مزید تبصرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ایسے قبیح وقف جب عام بول چال میں مکروہ سمجھے جاتے ہیں، تو یہ کلام اللہ میں کس قدر کراہت کا باعث ہوں گے۔ کلام الٰہی اس بات کی کہیں زیادہ متقاضی ہے کہ اس میں وقف قبیح سے حتی الامکان اجتناب کیا جائے۔'' ❶

علامہ زرکشی رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

''جب ایسے وقف روز مرہ اور معمول کی خطابت میں ناپسندیدہ ہیں، تو کلام اللہ میں ناپسندیدگی کا کیا عالم ہو گا۔'' ❷

علامہ ابن جزری رحمہ اللہ یہ حدیث بیان کرنے کے بعد یوں تبصرہ فرماتے ہیں:

''یہ واقعہ اس پر دلیل ہے کہ وقف قبیح کے مواقع پر وقف کرنا ناجائز اور مکروہ ہے۔'' ❸

علامہ اشمونی رحمہ اللہ یہ حدیث نقل کرنے کے بعد رقم طراز ہیں:

---

❶ المكتفى فى الوقف و الابتداء: ٣٤.

❷ البرهان فى علوم القرآن: ٣٤٣.

❸ التمهيد فى علم التجويد: ١٧٧.

''یہ حدیث وقف قبیح کی قباحت پر واضح حجت ہے، اُس شخص کو چاہیے تھا کہ وہ ((فَقَدْ رَشَدَ)) پر وقف کرتا، پھر ((وَ مَـنْ یَعْصِهِمَا)) سے ابتداء کر کے ((فَـقَـدْ غَوٰی)) پر وقف کرتا، جب لوگوں کے مابین ہونے والی عام گفتگو میں ایسا وقف کرنا ناپسندیدہ ہے تو کلام اللہ میں کس قدر ناپسندیدہ ہوگا، جس سے اجتناب کرنا انتہائی ضروری ہے۔'' ❶

امام ابوجعفر نحاس رحمہ اللہ اس واقعہ پر یوں تبصرہ کرتے ہیں:

''مناسب یہ تھا کہ وہ اپنی گفتگو میں ((وَ مَنْ یَعْصِهِمَا)) کی بجائے ((فَقَدْ غَوٰی)) پر وقف کرتا، یا پھر ((فَقَدْ رَشَدَ)) پر ٹھہر جاتا۔ جب یہ بے موقع وقف عام کلام میں اس قدر ناپسندیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس شخص کو اپنی محفل سے اٹھ جانے کا حکم دے دیا، تو کلام اللہ میں وقف قبیح کی کس طرح گنجائش ہوسکتی ہے۔'' ❷

اس کے بعد مزید فرماتے ہیں:

''یہ کسی طرح بھی درست نہیں ہے کہ وقف قبیح کے موقع پر اختیاراً وقف کرنے کے لیے نیت کا سہارا لیا جائے۔ کیونکہ یہ ائمہ وقف کے نزدیک بالاتفاق ناجائز ہے، اور احادیث نبویہ اور اقوال صحابہ اس پر حجت ہیں۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اس خطیب کو اپنی مجلس سے اٹھاتے وقت اس کی نیت کے بارے میں دریافت نہیں فرمایا۔''

فائدہ :......اگرچہ امام نسائی رحمہ اللہ نے حدیث عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کا مفہوم کچھ اور بیان کیا ہے، لیکن جمہور ائمہ وقف، علمائے قراءات اور محدثین نے وہی مفہوم درست قرار دیا ہے جو اوپر گزرا ہے۔

۳۔ سیّدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

---

❶ منار الهدى فى الوقف و الابتداء: ٤.

❷ القطع الائتناف: ٨٨.

((أَنَّ جِبْرَئِيلَ اَتَى النَّبِيَّ ﷺ ، فَقَالَ: اِقْرءِ الْقُرْآنَ عَلٰى حَرْفٍ ، فَقَالَ مِيْكَائِيْلُ: اِسْتَزِدْهُ، فَقَالَ: اِقْرَءْ عَلٰى حَرْفَيْنِ ، فَقَالَ مِيكَائِيْلُ: اِسْتَزِدْهُ، حَتّٰى بَلَغَ سَبْعَةَ اَحْرُفٍ ، ثُمَّ قَالَ: كُلٌّ شَافٍ كَافٍ مَا لَمْ تَخْتِمْ آيَةَ عَذَابٍ بِآيَةَ رَحْمَةٍ ، أَوْ آيَةَ رَحْمَةٍ بِآيَةِ عَذَابٍ))

''سیّدنا جبریل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، اور کہا: آپ ایک حرف پر قرآن پڑھیں، سیّدنا میکائیل علیہ السلام نے کہا: زیادہ طلب کیجیے۔ سیّدنا جبریل علیہ السلام نے دو حروف پر پڑھنے کو کہا: سیّدنا میکائیل علیہ السلام نے پھر وہی کہا کہ زیادہ طلب کیجیے: اس طرح کرتے کرتے تعداد سات حروف تک پہنچ گئی۔ تب سیّدنا جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ تمام حروف صحیح اور کافی وشافی ہیں، جب تک عذاب والی آیت کو رحمت والی آیت کے ساتھ اور رحمت والی آیت کو عذاب والی آیت کے ساتھ ملا کر ختم نہ کیا جائے۔''

۴۔ ایک دوسری روایت کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

((مَا لَمْ تَخْتِمْ آيَةَ رَحْمَةٍ بِآيَةِ عَذَابٍ ، أَوْ آيَةَ عَذَابٍ بِمَغْفِرَةٍ))

''جب تک رحمت والی آیت کو عذاب والی آیت کے ساتھ، یا عذاب والی آیت کو مغفرت (والی آیت) کے ساتھ ملا کر ختم نہ کیا جائے۔''

۵۔ سیّدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((أَتَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: إِنَّ الْمَلِكَ كَانَ مَعِيَ ، فَقَالَ لِيْ: اِقْرَءِ الْقُرْآنَ ، فَعَدَّ حَتّٰى بَلَغَ سَبْعَةَ أَحْرُفٍ ، فَقَالَ: لَيْسَ مِنْهَا إِلَّا شَافٍ كَافٍ مَا لَمْ تَخْتِمْ آيَةَ عَذَابٍ بِرَحْمَةٍ أَوْ تَخْتِمْ رَحْمَةً بِعَذَابٍ))

''ہم نبی کریم ﷺ کے پاس آئے، آپ ﷺ نے فرمایا: فرشتہ میرے ساتھ تھا، اس نے مجھے کہا: قرآن پڑھو، اس نے شمار کیا، حتیٰ کہ سات حروف تک پہنچ گیا، پھر کہا: یہ سب کے سب شافی اور کافی ہیں، جب تک آپ عذاب والی

آیت کو رحمت والی کے ساتھ، یا رحمت والی کو عذاب کے ساتھ ملا کر ختم نہ کریں۔''

٦۔ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ ، اِقْرَءُوْا وَ لَا حَرَجَ ، وَ لٰكِنْ لَّا تَخْتِمُوْا ذِكْرَ رَحْمَةٍ بِعَذَابٍ وَّ لَا تَخْتِمُوْا ذِكْرَ عَذَابٍ بِرَّحْمَةٍ))

''بے شک یہ قرآن مجید سات حروف پر نازل کیا گیا ہے، تم (یہ سب حروف) پڑھو، کوئی حرج نہیں ہے، لیکن رحمت کے تذکرے کو عذاب کے ساتھ اور عذاب کے ذکر کو رحمت کے ساتھ مت ملاؤ۔''

مذکورہ بالا چاروں روایات کا ایک ہی معنی ومفہوم ہے کہ رحمت اور ثواب والی آیت کو عذاب وعقاب والی آیت کے ساتھ، اور عذاب وعقاب والی آیت کو رحمت وثواب والی آیت کے ساتھ ملا کر پڑھنے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ جس کا اصطلاحی زبان میں مفہوم یہ ہے کہ وقف قبیح سے بچنا اور وقف تام کو اختیار کرنا چاہیے۔

امام دانی رحمہ اللہ ان روایات کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''ان روایات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وقف تام کی تعلیم دی ہے، جو انہوں نے سیّدنا جبریل علیہ السلام سے حاصل کی تھی۔''

٧۔ سیّدنا جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلَى النُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ ، إِنَّهٗ يَنْبَغِيْ أَنْ يُنْصَحَ بِعِلْمِ الْقُرْآنِ ، فَيَقِفُ الَّذِيْ بِعِلْمِهٖ عَلٰى مَا يُحتَاجُ إِلَيْهِ مِنَ الْقَطْعِ ، وَ مَا يَنْبَغِيْ أَنْ يُسْتَأْنَفَ بِهٖ)) [1]

''ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات پر بیعت کی کہ تمام مسلمانوں کی

[1] القطع و الائتناف: ٩١.

خیر خواہی کریں گے، اور خیر خواہی یہ ہے کہ لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم دیں، وقف کے مواقع بتائیں، جو دوران تلاوت ضروری ہیں، اور ابتداء اور اعادہ کے مقامات سے بھی باخبر کریں۔“

یہ حدیث مبارکہ بھی علم وقف و ابتداء کی اہمیت پر بڑی واضح دلیل ہے، نیز حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کی مانند اس سے بھی علم وقف کے توقیفی ہونے کا اشارہ ملتا ہے۔

اقوال صحابہ سے دلائل:

۱۔ سیّدنا ابن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ کسی شخص نے آپ کے سامنے آیت ﴿وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ (النساء: ۸۳) ”تلاوت کی اور ﴿الشَّيْطٰنَ﴾ پر وقف کر دیا، سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ سن کر فرمایا: ((اِنْقَطَعَ الْكَلَامُ)) ”کلام منقطع ہو گئی ہے۔“ مطلب یہ تھا کہ اس جگہ بے موقع وقف کیا گیا ہے، کیا ہی بہتر تھا کہ جہاں مفہوم مکمل ہو رہا ہے وہاں پر وقف کیا جاتا۔ [1]

۲۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ لَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا۠﴾ (النساء: ۱۴۱)

”اور اللہ تعالیٰ کافروں کو مومنوں پر ہرگز غلبہ نہیں دیں گے۔“

حالانکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ کافر، مومنوں کو قتل کر رہے ہیں اور ان پر غالب آتے جا رہے ہیں۔ تو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسے ماقبل سے ملا کر پڑھو، یعنی:

﴿فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ لَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا۠﴾ (النساء: ۱۴۱)

”اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمہارے درمیان فیصلہ کریں گے اور کافروں کو مومنوں پر ہرگز غلبہ نہیں دیں گے۔“

---

[1] القطع و الائتناف: ۹۰.

گویا کہ غلبہ کا یہ وعدہ قیامت کے دن کے ساتھ خاص ہے۔ ❶

مذکورہ اقوال سے علم وقف و ابتداء کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ پہلے موقع پر سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جملہ پورا کیے بغیر کیے گئے وقف پر تنبیہ فرمائی کہ کلام کا ربط قائم نہیں رہا، اور جملہ پورا کرنا ضروری تھا۔

جبکہ دوسری جگہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابتدا کی جگہ درست نہیں ہے مفہوم کو واضح نہیں کر رہا، لہٰذا آپ نے ماقبل سے پڑھنے کا حکم دیا۔

۳۔ سیّدنا قتادہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ کسی نے ان کے سامنے ﴿عِوَجًا﴾ پر سکتہ کیے بغیر ﴿قَيِّمًا﴾ سے ملا دیا۔ وصل کی وجہ سے ﴿قَيِّمًا﴾ ﴿عِوَجًا﴾ کی صفت ہو جاتی ہے، جس کا معنی ہے: ''اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر ایسی کتاب نازل کی ہے، جس میں ایسی کجی نہیں ہے جو سیدھی ہو۔'' سیّدنا قتادہ رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر کہا: ((اَنْزَلَ الْكِتٰبَ قَيِّمًا وَ لَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا)) ''یعنی اللہ تعالیٰ نے ایسی سیدھی کتاب نازل فرمائی ہے، جس میں کسی قسم کی کوئی کجی نہیں ہے۔'' لہٰذا معنوی قباحت سے بچنے کے لیے ((عِوَجًا)) پر وقف یا سکتہ کرنا ضروری ہے۔ ❷

۴۔ ابو عبدالرحمٰن عبداللہ بن حبیب السلمی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ﴿مِنْ مَّرْقَدِنَا﴾ پر وقف کرنا پسندیدہ ہے، تاکہ کفار کی کلام اور فرشتوں کے جواب میں تفریق و انفصال ہو جائے نیز یہ بھی یاد رہے کہ سکتہ وقف کے حکم میں ہی ہوتا ہے۔

علم وقف و ابتداء ائمہ فن کے اقوال کی روشنی میں:

۱۔ امام ابوبکر محمد بن قاسم بن بشار انباری رحمہ اللہ (ت ۳۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''علوم قرآن میں سے علم وقف و ابتداء کو جاننا از حد ضروری ہے، کیونکہ کوئی بھی شخص اس وقت تک قرآن مجید کی مکمل معنوی معرفت حاصل نہیں کر سکتا، جب

---

❶ القطع و الائتناف: ۹۰.

❷ القطع و الائتناف: ۹۰.

تک وہ اوقاف کی جگہوں کی درست معرفت حاصل نہ کرے۔'' ❶

۲۔ امام ابو حاتم سہل بن محمد سجستانی رحمہ اللہ (ت ۲۵۵ھ) فرماتے ہیں:

((مَنْ لَّمْ یَعْرِفِ الْوَقْفَ لَمْ یَعْرِفِ الْقُرْآنَ)) ❷

''جس نے وقف وابتداء کی معرفت حاصل نہ کی، اس نے قرآن کی معرفت نہ پائی۔''

کیونکہ وقف وابتداء کا معانی کے ساتھ انتہائی گہرا تعلق ہے، اور بے موقع وقف کرنے یا بے محل ابتداء واعادہ کرنے سے معنی بے حد متاثر ہوتا ہے۔

۳۔ امام ابو القاسم یوسف بن علی بن جبارہ الہذلی رحمہ اللہ (ت ۴۶۵ھ) اپنی کتاب ''الکامل'' میں فرماتے ہیں:

''موقع ومحل کے اعتبار سے مناسب جگہ پر وقف کرنا تلاوت کا زیور، قاری کی زینت، تلاوت کرنے والے کی فصاحت و بلاغت، سننے والے کے لیے معنی کے سمجھنے میں آسانی اور عالم کی شان ہے اور عمدہ وقف کے ذریعے دو مختلف معنوں اور دو الگ الگ حکموں میں فرق واضح ہو جاتا ہے۔'' ❸

آیت مبارکہ ﴿وَ رَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَ يَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ﴾ (القصص: ٦٨) اس میں ﴿يَخْتَارُ﴾ پر وقف تام ہے، اس کے بعد والا حصہ ﴿مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ﴾ جملہ مستانفہ ہے، اور اس میں ﴿مَا﴾ نافیہ ہے۔ اس کا معنی ہے: ''اور آپ کا پروردگار جو چاہتا ہے، پیدا کرتا ہے، اور جسے چاہتا ہے برگزیدہ کرتا ہے، ان لوگوں کو اس میں کچھ بھی اختیار نہیں۔''

وقف کی اس ترتیب میں مذکورہ آیت قدریہ اور معتزلہ کی تردید کرتی ہے۔ کیونکہ ان کا

---

❶ الاتقان فی علوم القرآن: ١/ ٨٥.

❷ نهاية القول المفيد: ١٥٢.

❸ تعليقات مالكيه حاشيه فوائد مكيه.

عقیدہ ہے کہ انسان اپنے اعمال کا خود خالق اور مختار ہے۔

لطف کی بات یہ ہے کہ وہ کبھی اپنے غلط عقائد کو اسی آیت میں درست وقف کر کے ثابت کرتے ہیں، وہ اس طرح کہ ﴿وَ رَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَ يَخْتَارُ﴾ میں ﴿وَ يَخْتَارُ﴾ پر وقف نہیں کرتے بلکہ اسے مابعد سے ملا کر اَلْخِيَرَةُ پر وقف کرتے ہیں اور ﴿مَا كَانَ﴾ میں ﴿مَا﴾ کو موصولہ مانتے ہیں، اس بے محل وقف کی وجہ سے اس کا معنی کچھ یوں ہو جاتا ہے: ''اور آپ کا پروردگار جو چاہتا ہے، پیدا کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اس چیز کو جس میں لوگوں کو اختیار ہے۔''

یعنی لوگ اپنے اعمال کے خود مختار ہیں، اور یہ معنی جمہور اہل سنت و الجماعت کے عقیدے کے خلاف ہے۔

۴۔ علامہ ابن جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> ''قاری اور قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے کے لیے ایک مجبوری تو یہ ہے کہ وہ پوری سورہ یا پورا واقعہ وقف کیے بغیر ایک سانس میں نہیں پڑھ سکتا، بامر مجبوری اسے کہیں نہ کہیں ضرور سانس لینا پڑتا ہے۔ دوسری مجبوری یہ ہے کہ کلمہ کے درمیان کسی حال میں وقف کرنا جائز نہیں ہے، تاکہ اس کے مقصود معنی میں خلل پیدا نہ ہو۔ چنانچہ ان مجبوریوں کے پیشِ نظر ائمہ قراءات اور سلف صالحین نے علم وقف وابتداء کی معرفت کو ایک مستقل علم کی شکل دے دی ہے۔'' [1]

یہی وہ مجبوریاں ہیں جن کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے علم وقف کی باقاعدہ تعلیم لیا کرتے تھے۔ انہوں نے اس علم کے سیکھنے اور سکھلانے کو دین کی اہم ضرورت سمجھا اور ہر دور میں اہل فن، ائمہ وقف اور قراء کرام نے اس کا خصوصی اہتمام فرمایا، اس پر کثرت سے کتب لکھیں اور قرآن مجید میں وقف وابتداء کے مقامات کی نشان دہی کی۔ علامہ سجاوندی رحمہ اللہ جیسے بعض جلیل القدر حضرات نے تو پورے قرآن مجید میں وقف کی مختلف

[1] النشر في القراءات العشر: ١/٢٢٤، ٢٢٥.

علامات لگا کراس مشکل ترین مسئلہ کو بے حد آسان بنا دیا۔

۵۔ علامہ ابن جزری رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں:

''بعد میں آنے والے ائمہ فن نے قراءت کی اجازت دینے والے اساتذہ پر یہ شرط عائد کی کہ وہ اپنے تلامذہ کو اس وقت تک سند اجازہ نہ دیں جب تک وہ علم وقف و ابتداء کے ماہر نہ ہو جائیں۔ ہمارے اساتذہ کرام ہمیں ہر ہر حرف پر ٹھہراتے تھے اور اپنی انگلیوں کے اشارے سے بتاتے تھے کہ فلاں کلمہ پر وقف کرو، فلاں پر نہ کرو اور یہ وہ طریقہ تھا جس کو ہمارے مشائخ نے اپنے اساتذہ سے اخذ کیا تھا۔'' ❶

٦۔ امام زکریا انصاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''علم وقف و ابتداء قرن اول میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین عظام رحمہم اللہ اور تمام اہل علم کے نزدیک پسندیدہ علم تھا۔ مشائخ، قراء اور کبار اہل علم اس کے دلدادہ ہوتے تھے۔ اس علم کی حقانیت پر سلف صالحین سے متعدد روایات صحت سند کے ساتھ مروی ہیں۔'' ❷

۷۔ علامہ ابو الحسن علی بن محمد النوری الصفاقسی رحمہ اللہ (ت ۱۱۱۸ھ) فرماتے ہیں:

''علم وقف و ابتداء کی معرفت انتہائی ضروری ہے، کیونکہ اس کے بغیر قرآن مجید کے درست معنی نہ تو واضح ہوتے ہیں اور نہ ہی مکمل ہوتے ہیں۔ بات ادھوری رہ جاتی ہے اور معنی سمجھنے میں دقت پیش آتی ہے، بعض اوقات تو بے موقع وقف کرنے کی وجہ سے ایسا معنوی فساد پیدا ہو جاتا ہے کہ نزول آیت کا حقیقی مقصود ہی فوت ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء متقدمین اور متاخرین نے اس کے

❶ النشر فی القراءات العشر: ۱/۲۲۵.

❷ المقصد لتلخیص ما فی المرشد فی الوقف و الابتداء: ٥.

تعلیم و تعلم پر بے حد زور دیا ہے۔'' ❶

۸۔ علامہ ابن جزری رحمہ اللہ کے بیٹے امام احمد جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''علم وقف و ابتداء تجوید کے متعلقات میں سے ہے، لہٰذا قاری پر لازم ہے کہ کلمات قرآنیہ کو تجوید سے ادا کرنے کے ساتھ ساتھ علم وقف و ابتداء کی بھی معرفت حاصل کرے۔'' ❷

۹۔ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ اہمیت وقف پر رقم طراز ہیں:

''اصل یہ ہے کہ اوقاف ہی قرآن مجید کی تفسیر ہیں، کیونکہ فصل و وصل سے معانی واضح ہو جاتے ہیں۔''

۱۰۔ استاذ الاساتذہ حضرت قاری عبدالرحمٰن مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''قاری اور مقری کے لیے چار علوم کو جاننا از حد ضروری ہے۔ پہلا علم تجوید ہے، یعنی حروف کے مخارج اور صفات کا علم حاصل کرنا۔ دوسرا علم اوقاف ہے، یعنی اس بات کا علم ہونا کہ کسی بھی کلمہ پر کیسے وقف کرنا چاہیے اور کیوں نہیں کرنا چاہیے اور معنی کے اعتبار سے کس جگہ وقف کرنا قبیح ہے، کس جگہ حسن ہے، کہاں لازم ہے اور کس مقام پر غیر لازم ہے۔'' ❸

۱۱۔ قاری عبدالمالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''امام عاصم رحمہ اللہ حسنِ وقف و ابتداء کا خصوصی اہتمام فرماتے تھے، چنانچہ ان کی روایت حفص عن عاصم رحمہ اللہ کی تلاوت کرنے والوں کو بھی امام عاصم رحمہ اللہ کی اتباع کرتے ہوئے حسن وقف و ابتداء کا لحاظ رکھنا چاہیے۔ خصوصاً تعلیمی میدان سے منسلک اساتذہ، قراء و مقرئین کو اس کا خصوصی لحاظ رکھنا چاہیے۔ کیونکہ اس

---

❶ تنبيه الغافلين و ارشاد الجاهلين: ١٢٨.

❷ الحواشي المفهمة شرح المقدمة الجزرية: ٣٨.

❸ فوائد مکیہ مطبوعہ قراءت اکیڈمی: ٥١.

کے خلاف کرنے، اور اس کا التزام نہ کرنے سے یہ نقصان اور خرابی پیدا ہوگی، کہ اس استاد سے پڑھنے والے طلباء کی نظر میں علم وقف و ابتداء کی کوئی اہمیت و ضرورت باقی نہ رہے گی اور وقف و ابتداء کے میدان میں وہ شتر بے مہار کی طرح آزاد ہو جائیں گے اور اس کوتاہی کا سلسلہ آئندہ ان کے تلامذہ میں بھی جاری رہے گا، جس کی تمام ذمہ داری پڑھانے والے قاری اور مقری پر ہوگی۔'' ❶

۱۲۔ قاری عبدالمالک صاحب رحمہ اللہ حسن وقف و ابتداء کا کس قدر اہتمام فرمایا کرتے تھے، اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے:

''مدرسہ تجوید القرآن لاہور کے سنگ بنیاد کے موقع پر منعقدہ محفل میں ایک نوجوان قاری نے سورہ آل عمران کی آیت مبارکہ ﴿وَ امْرَاَتِیْ عَاقِرٌ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ﴾ (آل عمران: ٤٠) پڑھتے ہوئے لفظ جلالہ ﴿اللّٰهُ﴾ پر وقف کر دیا۔ جس کا معنی بنتا ہے: ''اگر بیوی عاقر ہے تو کوئی بات نہیں، اللہ بھی ایسے ہی ہے۔'' (نَعُوْذُ بِاللّٰهِ)

جب تلاوت ختم ہوئی تو قاری عبدالمالک صاحب رحمہ اللہ نے اس نوجوان کو بلا کر سخت تنبیہ کی اور فرمایا کہ تمہارے اس بے موقع وقف کرنے سے تلاوت کا سارا لطف جاتا رہا۔'' ❷

۱۳۔ قاری محمد شریف صاحب رحمہ اللہ اپنی کتاب ''توضیحات مرضية شرح فوائد مكية'' میں رقم طراز ہیں:

''وقف و ابتداء کی معرفت حاصل کرنا بھی ترتیل کا ایک جز ہے۔ اس کے بغیر ترتیل مکمل نہیں ہوتی۔ قراء کرام کو چاہیے کہ وہ حروف کی خوبصورت ادائیگی کی طرح حسن وقف اور حسن ابتداء کی رعایت کو بھی اپنا معمول بنائیں، اور اس کا

---

❶ تعلیقات مالکیه حواشی بر فوائد مکیه: ٤٧.

❷ الاهتداء فی الوقف و الابتداء: ٣٠، ٣١.

پورا پورا اہتمام کریں اور کروائیں۔ کیونکہ دوران تلاوت قاری اگر وقف و ابتداء کے حوالے سے صحیح جگہ کی رعایت نہ رکھے، تو بعض دفعہ نہایت غلط اور فاسد معنی پیدا ہو جاتے ہیں۔ قاری کے بے موقع وقف کرنے سے اگرچہ قرآن مجید کے معانی حقیقتاً تبدیل نہیں ہوتے، لیکن ان معانی میں قباحت اور ابہام ضرور پیدا ہو جاتا ہے، اور کلام کا ربط تو یقیناً ختم ہو جاتا ہے، جس سے معنی و مفہوم کو سمجھنے میں مشکلات پیش آتی ہیں۔''

۱۴۔ مصر کے معروف قاری اور مدینہ یونیورسٹی کے استاد فضیلۃ الشیخ قاری عبدالفتاح سیّد عجمی، مرصفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''علم تجوید کے اہم ترین مسائل میں سے ایک وقف و ابتداء کی معرفت ہے۔ بلاشبہ ان دونوں کی معرفت حاصل کرنا علم تجوید میں مخارج و صفات سیکھنے کے بعد سب سے زیادہ ضروری ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر کلام اللہ کا فہم اور معنی کا ادراک نہیں ہوسکتا۔ بسا اوقات قاری معنی پورا ہونے سے پہلے ہی وقف کر دیتا ہے، حالانکہ وہاں وصل بہتر ہوتا ہے، اور بعض دفعہ بعد والے کلمہ پر وقف کر دیتا ہے، حالانکہ اس کے ماقبل پر وقف زیادہ بہتر ہوتا ہے۔ اس صورت حال میں نہ تو قاری کو کچھ علم ہوتا ہے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اور نہ ہی سامع کو کچھ سمجھ آتی ہے کہ وہ کیا سن رہا ہے۔ بعض اوقات تو ایسا ہوتا ہے کہ بے موقع وقف کرنے سے مراد الٰہی کے خلاف معنی سمجھ لیے جاتے ہیں، جس سے بہت بڑا معنوی فساد پیدا ہو جاتا ہے۔ متقدمین اہل علم نے قاری پر وقف و ابتداء کی معرفت کو واجب قرار دیا ہے۔ جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ کے آثار میں منقول ہے۔''[1]

۱۵۔ قاری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ علم وقف و ابتداء کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''دورانِ تلاوت جس طرح قاری پر حروف کے مخارج و صفات کا خیال رکھنا

---

[1] هداية القاري الى تجويد كلام الباري: ٣٦٧.

ضروری ہے، اسی طرح اوقاف کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے، کہ وقف کہاں کرنا چاہیے اور ابتداء یا اعادہ کیسے کرنا چاہیے۔ کیونکہ جس طرح حروف کو ان کے مخارج سے ادا نہ کرنے اور ان کی صفات کا لحاظ نہ رکھنے سے تلاوت کا حسن مجروح ہوتا ہے، اسی طرح محل وقف کا علم نہ ہونے سے غلط وقف کر دینے کی صورت میں تلاوت کا حسن خراب ہو جاتا ہے۔''

پھر آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں:

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تابعین عظام رحمہم اللہ نے علم تجوید وقراءات کی مانند علم وقف و ابتداء بھی سیکھا، اور ان کے بعد آنے والے اہل علم نے جہاں علم تجوید و قراءات پر کتب تحریر کیں وہیں علم وقف و ابتداء کے اصول بھی مدوّن کیے اور اسے ایک مستقل فن کی شکل دے دی۔''[1]

وقف و ابتداء میں قراء عشرہ کا طرزِ عمل:

قراء عشرہ بھی دورانِ تلاوت حسنِ وقف و ابتداء کا خصوصی اہتمام فرمایا کرتے تھے، علامہ ابن جزری رحمہ اللہ اور امام قسطلانی رحمہ اللہ قراء عشرہ کے اس طرز عمل کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۱۔ امام نافع مدنی رحمہ اللہ معنی کے مطابق حسنِ وقف وابتداء کی رعایت رکھتے تھے۔

۲۔ امام ابن کثیر مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں قرآن مجید میں تین مقامات پر وقف کرنے کا خصوصی اہتمام کرتا ہوں۔

❀ ﴿وَ مَا يَعْلَمُ تَأْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ﴾ (آل عمران: ۷) پر

❀ ﴿وَ مَا يُشْعِرُكُمْ﴾ (الانعام: ۱۰۹) پراور

❀ ﴿اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ﴾ (النحل: ۱۰۳) پر

ان کے علاوہ کسی اور مقام پر وقف کرنے یا نہ کرنے کی پرواہ نہیں کیا کرتے تھے۔

[1] المرشد فی مسائل التجوید و الوقف: ۳۸۴، ۳۸۶.

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہر اس جگہ وقف کرنے کے قائل تھے، جہاں سانس ٹوٹ جاتا ہو۔

ایک دوسری روایت کے مطابق آپ مطلقاً رؤوس آیات پر وقف کرنے کا اہتمام فرماتے تھےاور درمیان آیت وقف پر اعتماد نہیں کرتے تھے۔سوائے مذکورہ بالا تین مقامات کے۔

۳۔ امام ابو عمرو بصری رحمہ اللہ رؤوس آیات پر وقف کرنے کا اہتمام فرماتے تھے، اور فرمایا کرتے تھے کہ مجھے رؤوس آیات پر وقف کرنا سب سے زیادہ محبوب ہے۔

امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ حسن وقف کا خوب اہتمام کیا کرتے تھے۔

امام خزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ حسن ابتداء کی رعایت رکھ کر تلاوت فرماتے تھے۔

۴۔ امام ابن عامر شامی رحمہ اللہ حسن وقف وحسن ابتداء دونوں حالتوں کی رعایت رکھتے تھے۔

۵۔ امام عاصم کوفی رحمہ اللہ ایسی جگہ وقف کرتے تھے، جہاں کلام مکمل ہو جاتا تھا۔

۶۔ امام حمزہ کوفی رحمہ اللہ ایسی جگہ وقف فرماتے تھے، جہاں سانس ٹوٹ جاتا تھا،بعض اہل علم نے اس کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ امام حمزہ رحمہ اللہ کی قراءت میں تحقیق اور مدطویل ہے، جس کی وجہ سے قاری شاید وقف تام یا وقف کافی تک نہ پہنچ سکے،لہٰذا اسے سانس ٹوٹنے پر وقف کر لینا چاہیے۔

علامہ ابن جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ امام حمزہ رحمہ اللہ کے نزدیک مکمل قرآن مجید ایک سورت کی مانند ہے،لہٰذا ان کے نزدیک وقف کی کوئی معین جگہ نہ تھی، وہ ہرسورت کے درمیان وصل بدون بسم اللہ سے پڑھتے ہیں۔ اگر وقف مذکور کی وجہ سے تحقیق ہوتی تو وہ ہرسورت کے آخر پر وصل کی بجائے قطع کو ترجیح دیتے۔

۷۔ امام کسائی کوفی رحمہ اللہ بھی (امام عاصم رحمہ اللہ کی مانند) ایسی جگہ وقف کرتے تھے، جہاں کلام پورا ہو جاتا تھا۔

۸،۹،۱۰۔اسی طرح امام ابو جعفر رحمہ اللہ ، امام یعقوب رحمہ اللہ اور امام خلف العاشر رحمہ اللہ تینوں قراء

ہی حسنِ وقف اور ابتداء دونوں حالتوں کی رعایت رکھتے تھے۔ ❶

قراءعشرہ نہ صرف خود وقف و ابتداء کا اہتمام کیا کرتے تھے، بلکہ ان میں سے اکثر نے اس فن پر مستقل کتب بھی تصنیف فرمائی ہیں۔ قاری محمد ادریس عاصم حفظہ اللہ نے اپنی کتاب ''الاھتداء فی الوقف والابتداء'' میں امام نافع مدنی رحمہ اللہ، امام ابو عمرو بصری رحمہ اللہ، امام حمزہ کوفی رحمہ اللہ، امام کسائی کوفی رحمہ اللہ، امام یعقوب حضرمی رحمہ اللہ، امام قالون رحمہ اللہ، امام خلف العاشر رحمہ اللہ، امام روح رحمہ اللہ، امام سوسی رحمہ اللہ، امام دوری رحمہ اللہ کے شیخ امام یحیٰ یزیدی رحمہ اللہ، امام دوری رحمہ اللہ اور امام ہشام رحمہ اللہ کی کتب کا تذکرہ فرمایا ہے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب:

کتب فقہ میں یہ مسئلہ موجود ہے کہ شرعی طور پر حسنِ وقف و ابتداء کی رعایت رکھنا نہ تو واجب ہے اور نہ ہی ضروری ہے اور نہ ہی اس کے عدم اہتمام پر کوئی عقاب وتہدید لازم آتی ہے۔ نیز محققینِ فن کی تحقیق بھی یہی ہے کہ بے محل وقف کرنے سے حقیقی معانی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس فتویٰ کی بنیاد پر بعض لوگوں کے قلوب واذہان میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب شرعی طور پر حسنِ وقف وابتداء کی رعایت رکھنا واجب نہیں ہے تو پھر اس کا اہتمام کرنے پر اتنا زیادہ زور کیوں دیا جاتا ہے؟

جواب:...... درحقیقت فقہاء کرام کا یہ فتویٰ عموم بلوی ❷ کی بنیاد پر عام لوگوں کے لیے

---

❶ النشر فی القراءات العشر: ۱/۲۳۸۔ لطائف الاشارات لفنون القراءات: ۱/۲۶۲.

❷ ''بلوی'' کا لغوی معنی مصیبت، آزمائش اور سختی وغیرہ ہے، جبکہ فقہاء کی اصطلاح میں ''عموم بلوی'' سے مراد ایسی عمومی اضطراری حالت ہے، جس سے بچنا محال نہ سہی، مشکل ضرور ہو۔ ایسی حالتوں میں شریعت نے مکلّفین کو کچھ رخصت دی ہے۔ مگر اس رخصت کو ایک عام قاعدہ اور ضابطہ بنا لینا منشاءِ شریعت کے خلاف ہے۔

مثلاً اگر کوئی شخص بارش کے گندے پانی میں سے گزرا اور اس کے کپڑوں پر کچھ چھینٹیں پڑ گئیں تو فقہاء کرام کے ہاں ایسی مجبوری کی حالت میں اس کی نماز ہو جائے گی۔ اس شرعی رخصت کو فقہاء کی اصطلاح میں ''عموم بلوی'' کہتے ہیں۔ لیکن اس رخصت کا یہ مفہوم ہرگز درست نہیں ہے کہ گندا پانی اور بارش کی چھینٹیں پاک ہیں، ان سے حتی الامکان بچنا ضروری ہے۔ اسی طرح وقف و ابتداء کی غلطیوں سے بچنا ہر قاری پر ضروری ہے، جو اس علم کو سیکھے بغیر ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا اس علم کو سیکھنا بھی ضروری اور لازم ہے۔

فائدہ:...... مذکورہ کلام سے واضح ہوتا ہے کہ عموم بلوی کی بنیاد پر وقف و ابتداء کی غلطیوں میں ⇦⇦⇦

ہے، جو اس علم سے بالکل واقف نہیں ہوتے ، اس فتویٰ کی حیثیت ایسے ہی ہے جیسے تجوید نہ جاننے والوں کی متشابہ الصوت حروف میں عام غلطیوں کے بارے میں فقہاء کرام نے عموم بلوی کی بنیاد پر ان کی نمازوں کے درست ہونے اور تلاوت کے صحیح ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ حالانکہ کون نہیں جانتا کہ وجوب تجوید پر امت کا اجماع ہے اور لحن جلی حرام ہے اور معنی بگڑنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔

پس جس طرح فقہائے کرام کے عموم بلوی والے فتویٰ کی بنیاد پر وجوب تجوید کا انکار لازم نہیں آتا، اسی طرح اس فتویٰ کو دلیل بنا کر حسنِ وقف وابتداء کے وجوب اور اس کی شرعی اہمیت وضرورت کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

⇦ ⇦ عام لوگ تو معذور سمجھے جائیں گے، مگر اہل علم اس سے بری الذمہ نہیں ہو سکتے، اور ان کے لیے کسی قسم کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ ان پر لازم ہے کہ وہ علم وقف وابتداء سیکھیں اور دورانِ تلاوت حسن وقف وابتداء کا خصوصی اہتمام کریں۔

سوالات

۱۔ اوقاف کی معرفت کے لیے کون کون سے علوم کو جاننا ضرری ہے؟

۲۔ ترتیل سے کیا مراد ہے، اہلِ علم کے اقوال کی روشنی میں واضح کریں؟

۳۔ قرآن مجید سے معرفۃ الوقوف کی اہمیت پر روشنی ڈالیں؟

۴۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے ترتیل کے کیا معانی بیان کیے ہیں؟

۵۔ احادیثِ نبویہ کی روشنی میں اہمیت وقف وابتداء بیان کریں۔

۶۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطیب کو ((بِئْسَ الْخَطِيْبُ أَنْتَ)) کیوں کہا؟

۷۔ اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم کی روشنی میں اہمیت وقف وابتداء قلم بند کریں؟

۸۔ ائمہ فن کے اقوال کی روشنی میں علم وقف وابتداء کی اہمیت کو اجاگر کریں؟

۹۔ وقف وابتداء پر قراءِ قراءات کے طرزِ عمل پر روشنی ڈالیں۔

۱۰۔ عموم بلوی کا معنی ومفہوم بیان کرتے ہوئے فقہی قاعدہ کی وجہ سے پیش آنے والا اشکال اوراس کا جواب لکھیں۔

وفقا للمنهج المقرر علي طلاب السنة الأولي
بقسم القراء ات بكلية القرآن الكريم

تسهيل الاهتداء
فی
الوقف والابتداء

تالیف
خادم القرآن والقراء ات
قاری محمد ابراہیم میر محمدی عُفی عنہ

مبادیات علم الوقف

کسی بھی علم کی پہچان کے لیے اس کے مبادیات انتہائی اہمیت کی حامل ہوتے ہیں، جو اس علم کی تعریف، موضوع، فوائد، فضیلت، واضع، حکم شرعی اور مسائل وغیرہ پر مشتمل ہوتے ہیں۔ ان سے تشنگانِ علم کو کسی بھی علم کی عظمت، اہمیت اور قدر و منزلت کا اندازہ ہو جاتا ہے، اور اس کے متعلق اپنے قلبی رجحانات اور فکری میلانات کو متعین کرنے میں مدد ملتی ہے۔

مبادیاتِ علم کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر ہم بھی فنی مباحث سے پہلے علم وقف کی مبادیات کو قلم بند کریں گے، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

وقف کی لغوی تعریف:

وقف کا لغوی معنی ((اَلْکَفُّ عَنِ الْفِعْلِ وَ الْقَوْلِ)) ''کسی کام کو کرنے اور کسی بات کو کہنے سے رک جانا''۔ [1]

وقف کی اصطلاحی تعریف:

اصطلاح قراء میں وقف کی سب سے بہترین تعریف وہ ہے، جو علامہ ابن الجزری رحمہ اللہ نے کی ہے، وہ وقف کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((قَطْعُ الصَّوْتِ عَلَى الْكَلِمَةِ زَمَنًا يَتَنَفَّسُ فِيْهِ عَادَةً بِنِيَّةِ اِسْتِيْنَافِ الْقِرَاءَةِ لَا بِنِيَّةِ الْإِعْرَاضِ)) [2]

''کسی کلمہ کے آخر پر اس قدر آواز کاٹنا، جس قدر عادتاً آدمی سانس لیتا ہے، اور یہ انقطاع مزید قراءت کی غرض سے ہو نہ کہ اختتام کی وجہ سے۔''

---

[1] منار الهدى فى الوقف و الابتداء للاشمونى.

[2] النشر فى القراءات العشر: ١/ ٢٤٠.

قاری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قاری عبدالرحمٰن مہاجر مکی رحمہ اللہ نے فوائد مکیہ میں وقف کی جو تعریف بیان کی ہے، وہ بھی بڑی جامع ہے:

''کلمہ غیر موصول ❶ کے آخر پر سانس توڑنا وقف کہلاتا ہے۔'' ❷

علم وقف کا موضوع:

علم وقف کا موضوع کلمہ اور کلام ہے۔

کلمہ سے مراد کلمہ غیر موصول کی شکل اور رسم ہے۔ مثلاً وَلَا الضَّآلِّيْن ، عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ .

کلام سے مراد وہ مواقع ہیں، جہاں وقف کیا جا رہا ہے۔ سیاق وسباق کے لحاظ سے اگر وہاں کلام مکمل ہو رہا ہو تو ان مواقع پر کیا جانے والا وقف اختیاری درست ہو گا، اور اگر کلام مکمل نہ ہو رہا ہو تو ان مواقع پر کیا جانے والا وقف اضطراری کہلائے گا۔ ❸

علم وقف کی غرض و غایت:

علم وقف کی غرض و غایت: ''کلام اللہ میں صحیح مقام پر وقف کرنا اور معنی کی وضاحت ہے۔''

علم وقف کا فائدہ:

علم وقف کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے ''کلام الٰہی کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور اس کا مفہوم واضح ہوتا ہے، نیز مراد الٰہی کے خلاف مفہوم کے پیدا ہونے سے قاری محفوظ رہتا ہے۔''

علم وقف کی دیگر علوم سے نسبت:

علم وقف دیگر علوم سے ایک اعتبار سے ممتاز ہے، کہ اس کا تعلق براہ راست قرآن مجید کے الفاظ ،کلمات اور معانی کے ساتھ ہے۔

علم وقف کا استمداد:

اس علم کا استمداد آیاتِ قرآنی ، فرامین نبوی اور آثار صحابہ ہیں۔ نیز تمام صحابہ کے عمل

---

❶ ایسا لفظ جو رسماً دوسرے لفظ سے جدا ہو۔ ❷ المرشد فی مسائل التجوید و الوقف : ۳۹۰.

❸ المرشد فی مسائل التجوید و الوقف : ۳۹۰، ۳۹۱.

کے ساتھ ساتھ اس کے اپنانے پر اجماع نے علم وقف کی شان میں مزید اضافہ کر دیا ہے۔

علم وقف کا حکم:

علامہ ابن الجزری رحمہ اللہ ، سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے قول ((اَلتَّرْتِيْلُ: هُوَ تَجْوِيْدُ الْحُرُوْفِ وَ مَعْرِفَةُ الْوُقُوْفِ)) سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ علم وقف کی تعلیم حاصل کرنا واجب ہے۔ [1]

علم وقف کے مسائل:

علم وقف کے مسائل وہ قواعد و اصول ہیں جو علماء وقف نے وضع فرمائے ہیں۔ مثلاً تائے مدورہ پر وقف بالہاء کرنا، مکسور و مضموم حرف پر روم و اشمام کرنا وغیرہ، جیسا کہ آگے تفصیل آ رہی ہے۔

علم وقف کے واضعین:

اس فن کو وضع کرنے والوں کی دو قسمیں ہیں:

(۱) من حیث الاداء (۲) من حیث القواعد

(۱) **من حیث الاداء:** ......یعنی پڑھ کر بتانے والے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جنہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پڑھ کر بتلایا، جیسا کہ پیچھے گزری احادیث میں آپ سے مختلف مواقع پر وقف کرنا معلوم ہوتا ہے۔

(۲) **من حیث القواعد:** ......(یعنی قواعد کو کتابوں میں مدوّن کرنا) اس اعتبار سے واضعین فن وہ اہل علم ہیں جنہوں نے اس پر کتب تصنیف فرمائیں اور اس کے قواعد مدوّن فرمائے۔

علامہ ابن الجزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علم الوقف پر سب سے پہلے امام شیبہ بن نصاح مدنی کوفی (ت ۱۳۰ھ) نے کتاب تحریر فرمائی تھی اور اس کے بعد مسلسل اس پر کتابیں لکھی جاتی رہیں۔ جن کی تفصیلات بڑی کتب میں دستیاب ہیں۔

---

[1] النشر في القراءات العشر: ۱/ ۲٤۰.

سوالات

۱۔ مبادیات علم کو جاننا کیوں ضروری ہے؟
۲۔ علم وقف کی لغوی واصطلاحی تعریف بیان کریں۔
۳۔ علم وقف کا موضوع کیا ہے؟
۴۔ علم وقف کی غرض وغایت بیان کریں۔
۵۔ علم وقف کی معرفت کا کیا فائدہ ہے؟
۶۔ علم وقف کی دیگر علوم سے کیا نسبت ہے؟
۷۔ علم وقف کا استمداد کیا ہے؟
۸۔ علم وقف حاصل کرنے کا کیا حکم ہے؟
۹۔ علم وقف کے مسائل کن اصول پر مبنی ہیں؟
۱۰۔ علم وقف کے واضعین پر روشنی ڈالیں؟

علمِ وقف کی انواع واقسام

دورانِ تلاوت ٹھہرنے کی چار صورتیں ہیں۔ اگر صرف انقطاع صوت ہو تو ''سکتہ'' ہو گا، اور اگر انقطاع صوت کے ساتھ انقطاع نفس بھی ہو تو ''وقف'' ہو گا، اور اگر متعلقات قراءت کی وجہ سے وقف میں مزید تاخیر ہوئی تو ''سکوت'' ہوگا، اور اگر قراءت ہی ختم کر دی جائے تو ''قطع'' ہوگا۔

اسی طرح اگر وقف کے بعد والے کلمہ سے قراءت کا آغاز کیا جائے تو ''ابتداء'' ہو گی اور اگر اُس کلمہ سے یا اس سے پہلے کلمہ سے دوبارہ پڑھا جائے تو ''اعادہ'' ہو گا، اور اگر ٹھہرنے کی بجائے صوت ونفس کے ساتھ قراءت کو جاری رکھا جائے تو ''وصل'' ہو گا۔ (جو وقف کی ضد ہے) اس حصے میں ہم انہی سات مباحث (وقف، سکتہ، سکوت، قطع، ابتداء، اعادہ اور وصل) پر تفصیلی گفتگو کریں گے اور ان میں سے ہر ایک کی تعریف وتشریح کریں گے۔ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ .

وقف کا بیان:

وقف میں دو باتوں کا جاننا ضروری ہے:

(۱) کیفیت وقف

(۲) محل وقف

کیفیت وقف کی چار صورتیں ہیں:

(۱) کیفیت وقف بہ لحاظ ادا

(۲) کیفیت وقف بہ لحاظ رسم

(۳) کیفیت وقف بہ لحاظ اصل

(۴) کیفیت وقف بہ لحاظ وصل

محل وقف کی بھی چار صورتیں ہیں:

(۱) وقف تام

(۲) وقف کافی

(۳) وقف حسن

(۴) وقف قبیح

اب ان سب کی تفصیل بیان کی جائے گی۔

کیفیتِ وقف بہ لحاظ ادا

کیفیت وقف بہ لحاظ ادا کی چار صورتیں ہیں:

(ا) وقف بالاسکان:

اسکان کے لغوی معنی سکون، آرام اور حرف کو بے حرکت کر دینے کے ہیں، جبکہ اصطلاح قراء میں وقف بالاسکان کی تعریف یہ ہے:

''موقوف [1] علیہ متحرک کو بغیر کسی حرکت یا اشارہ حرکت کے ساکن کر کے پڑھنا۔''

جیسے اَلْعَالَمِیْنَ سے اَلْعَالَمِیْنْ ، أَحَدٌ سے أَحَدْ وقف بالاسکان زبر، زیر، پیش تینوں حرکات خواہ اصلی ہوں یا عارضی، دو زیر اور دو پیش پر ہوتا ہے، اگر موقوف علیہ حرف پہلے ہی سے ساکن ہو تو اس پر سانس کو توڑ کر ٹھہرنے کو ''وقف بالسکون'' کہتے ہیں۔ جیسے: عَلَیْكُمْ ، فَلَا تَنْهَرْ .

وقف بالاسکان، وقف کی تمام صورتوں میں سے پسندیدہ ترین اور بنیادی قسم ہے، کیونکہ:

۱۔ وقف راحت کے لیے کیا جاتا ہے، اور اس میں مکمل راحت ہوتی ہے، اور کسی حرکت کی طرف اشارہ نہیں کرنا پڑتا۔

۲۔ یہ تینوں حرکات میں ہوتا ہے، خواہ وہ اصلی ہوں یا عارضی، بہ خلاف روم و اشمام کے جو صرف اصلی حرکت میں ہوتے ہیں، عارضی میں نہیں، اور روم زیر اور پیش میں جبکہ اشمام صرف پیش میں ہوتا ہے۔

۳۔ وقف بالاسکان تمام قراء کرام سے ثابت ہے، جبکہ روم اور اشمام امام بصری رحمہ اللہ ، امام عاصم رحمہ اللہ ، امام حمزہ رحمہ اللہ ، امام کسائی رحمہ اللہ ، امام خلف العاشر رحمہ اللہ اور امام ابوجعفر رحمہ اللہ

---

[1] وہ لفظ جس کے آخر پر وقف کیا جائے۔

چھ قراء کرام سے منقول ہیں۔ اگر چہ تمام قراء کرام نے روم واشمام کو پسند کیا ہے۔

۴۔ وقف، وصل کی ضد ہے، وصل میں حرکات پڑھی جاتی ہیں، لہٰذا بہتر ہے کہ وقف میں اس کی ضد سکون ہو۔

فائدہ:...... چار مواقع ایسے ہیں، جہاں صرف وقف بالاسکان ہوتا ہے، وقف بالروم اور وقف بالاشمام جائز نہیں ہے:

(۱) موقوف علیہ پر سکون اصلی ہو، جیسے فَحَدِّثْ ، فَانْصَبْ

بعض اہل علم نے اسے وقف بالاسکان میں، جبکہ بعض نے وقف بالسکون میں شمار کیا ہے۔

(۲) موقوف علیہ پر زبر ہو جیسے: اَلْعَالَمِيْنَ ، لَا رَيْبَ

(۳) وہ تائے تانیث جو وقفا اسماء کے آخر میں ہائے مدورہ بن جاتی ہے، جیسے: رَحْمَةٍ، بَيِّنَةٌ

(۴) جو حرف اجتماع ساکنین کی وجہ سے متحرک ہو جائے، جیسے میم جمع اور واؤ لین پر اجتماع ساکنین کی صورت میں ضمہ آ جانے پر روم یا اشمام نہیں ہو گا کیونکہ یہ ضمہ عارضی ہے جیسے عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ میں "عَلَيْكُمْ" اور اِشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ میں اِشْتَرَوْا پر۔

اسی طرح اگر اجتماع ساکنین کی وجہ سے کسرہ آ جائے تو بھی صرف وقف بالاسکان ہی ہو گا جیسے قُلِ ادْعُوْا میں قُلْ پر۔

ایسے ہی حِيْنَئِذٍ اور يَوْمَئِذٍ میں بھی صرف وقف بالاسکان ہو گا، کیونکہ ذال کا کسرہ تنوین عوض کے الحاق کی وجہ سے عارضی ہے، وقفاً تنوین زائل ہو جائے گی تو ذال اپنی اصل حالت سکون کی طرف لوٹ جائے گی۔

(ب) وقف بالروم:

روم کے لغوی معنی طلب کرنے یا ارادہ کرنے کے ہیں۔ جبکہ اصطلاح قراء میں روم کی تعریف یہ ہے: ''موقوف علیہ حرف کی حرکت کا ایک تہائی حصہ پڑھنا۔''

یا

''موقوف علیہ حرف کی حرکت کو اتنا پست آواز سے پڑھنا کہ آواز کا غالب حصہ ختم ہو جائے۔''

ان دونوں تعریفات کا عملی اظہار ایک ہی ہے۔

روم کو صرف وہی شخص سن سکتا ہے، جو پڑھنے والے کے قریب بیٹھا ہو اور توجہ سے سن رہا ہو۔ بہرا، دور بیٹھنے والا اور توجہ سے نہ سننے والا روم کو معلوم نہیں کر سکتا۔

روم صرف کسرہ اور ضمہ اصلی پر ہوتا ہے، فتحہ پر نہیں ہوتا ہے، کیونکہ فتحہ اُخف الحرکات ہے اور اس پر روم سے تخفیف کرنا ایک دشوار امر ہے۔ فتحہ کا تہائی حصہ ادا کرنے سے وہ مکمل ہی ادا ہو جاتا ہے اسی طرح کسرہ وضمہ عارضی پر بھی نہیں ہوتا۔ جیسے اَنْذِرِ النَّاسَ میں اَنْذِرْ میں وقف بالروم ناجائز ہے، کیونکہ اس کی حرکت عارضی ہے۔

فائدہ:...... وقف بالروم میں نون تنوین حذف ہو جائے گا، یعنی دو زیر اور دو پیش والے حرف کو ایک زیر اور ایک پیش والے حرف کی مانند سمجھ کر وقف کیا جائے گا، جیسے: شَیْءٍ، أَحَدٌ

اسی طرح ہائے ضمیر کا صلہ بھی حذف ہو جائے گا، جیسے بِهٖ، لَهٗ

(ج) وقف بالاشمام:

اشمام کے لغوی معنی سونگھنے اور سونگھانے کے ہیں، جبکہ اصطلاح قراء میں اشمام کی تعریف یہ ہے کہ

''موقوف علیہ حرف کو ساکن کرنے کے فوراً بعد ہونٹوں کو گول کر کے ضمہ کی طرف اشارہ کرنا۔''

اشمام صرف پیش اور پیش کی تنوین پر ہوتا ہے۔ زبر اور زیر میں نہیں ہوتا۔ کیونکہ زبر انفتاح فم، زیر انخفاض فم سے ادا ہوتی ہیں، جبکہ اشمام میں انضمام فم ہے اور انفتاح فم و انخفاض فم اور انضمام فم باہم اضداد ہیں جو بیک وقت ادا نہیں ہو سکتیں۔

روم واشمام کے فوائد:

۱۔ روم واشمام کا تعلق سو فیصد تلقی بالمشافہ سے ہے، جو استاد وشاگرد کے درمیان گہرا ربط استوار کرتا ہے۔

۲۔ اس سے موقوف علیہ حرف کی حرکت کا علم ہو جاتا ہے۔

۳۔ موقوف علیہ اگر حرف حلقی وغیرہ ہو اور اس کا ماقبل صحیح ساکن ہو تو وہاں وقف بالروم کرنا، وقف بالاسکان کی نسبت آسان ہوتا ہے۔ جیسے، وَ الْفَتْحُ ، وَ الْعَصْرِ وغیرہ۔

(د) وقف بالابدال:

ابدال کے لغوی معنیٰ ''بدلنے'' کے ہیں، جبکہ اصطلاح قراء میں اس کی تعریف یہ ہے کہ ''وقفاً زبر کی تنوین کو الف سے اور تائے تانیث کو ہاء سے بدل دینا۔''

جیسے: رَسُوْلًا سے رَسُوْلَا ، رَحْمَةً سے رَحْمَةً، برابر ہے کہ تنوین کے بعد الف لکھا ہو جیسے قَدِيْرًا ، یا یاء لکھی ہو جیسے هُدًى یا کچھ بھی نہ ہو۔ جیسے: مَآءً .

سوالات

۱۔ قاری اگر پڑھتے پڑھتے ٹھہر جائے تو اس کی کتنی صورتیں بنتی ہیں؟

۲۔ وقف میں کن باتوں کا جاننا ضروری ہے؟

۳۔ کیفیت وقف کی کتنی صورتیں ہیں؟

۴۔ محل وقف کی کتنی صورتیں ہیں؟

۵۔ کیفیت وقف بہ لحاظ ادا کی کتنی صورتیں ہیں؟

۶۔ وقف بالاسکان کی تعریف کرتے ہوئے بتائیں کہ یہ کس کس حرکت پر ہوتا ہے؟

۷۔ وقف میں اصل کیا ہے، اور کیوں؟

۸۔ وہ کون سے مواقع ہیں، جہاں صرف وقف بالاسکان ہوتا ہے؟

۹۔ وقف بالروم کی تعریف کرتے ہوئے بتائیں کہ یہ کس کس حرکت میں ہوتا ہے؟

۱۰۔ وقف بالروم میں نون تنوین اور ہائے ضمیر کے صلہ کے ساتھ کیا کرتے ہیں؟

۱۱۔ وقف بالاشمام کی تعریف کرتے ہوئے بتائیں کہ یہ کس حرکت پر ہوتا ہے؟

۱۲۔ زبر اور زیر پر وقف بالاشمام کرنا ناجائز کیوں ہے؟

۱۳۔ روم و اشمام کے فوائد لکھیں؟

۱۴۔ وقف بالابدال کی تعریف کریں؟

۱۵۔ کیا یَوْمَئِذٍ اور حِيْنَئِذٍ پر وقف بالروم اور وقف بالاشمام جائز ہیں؟

کیفیتِ وقف بہ لحاظ اصل

کیفیت وقف بہ لحاظ اصل کی چار صورتیں ہیں:

(ا) وقف بالسکون

موقوف علیہ حرف پہلے ہی سے ساکن ہو اور وقف بالاسکان کی طرح سکون عارضی نہ ہو۔ ان دونوں اقسام وقوف میں سکونِ اصلی اور سکونِ عارضی کا فرق ہوتا ہے۔

یہ وقف صرف ساکن حرف پر ہوتا ہے۔ اس میں حرکت نہ ہونے کی وجہ سے روم اور اشمام نہیں ہوں گے۔

وقف بالسکون میں اس بات کا خصوصی خیال رکھنا چاہیے کہ اس میں ذرا سی بھی حرکت پیدا نہ ہونے پائے، اگر حرکت پیدا ہوگئی تو لحن جلی ہوگی۔ اسی طرح سکون میں تاخیر بھی نہیں ہونی چاہیے ورنہ تشدید کے مشابہ ہو جانے کی بنا پر وقف غلط ہو جائے گا۔

(ب) وقف بالتشدید

موقوف علیہ حرف مشدد ہو تو اُسے ساکن کر کے ہر دو حروف کے بہ قدر تاخیر کی جائے، تا کہ تشدید مکمل طور پر ادا ہو سکے۔ جیسے مُسْتَمِرٌّ .

وقف بالتشدید میں حرف ساکن کو دو حروف کی ادائیگی کے برابر دیر لگا کر ادا کیا جائے گا، اور اس کی ادائیگی خوب مضبوطی اور جماؤ کے ساتھ ہوگی۔ ورنہ تشدید کے ادا نہ ہونے سے لحن جلی لازم آئے گی۔

فائدہ :......(ا) وقف بالتشدید میں روم اور اشمام بھی جائز ہیں، برابر ہے کہ مشدد حرف منوّن ہو یا غیر منوّن ہو، جیسے: اَلْحَقُّ ، سَوِیٌّ .

(۲) اگر موقوف علیہ نون یا میم مشدد ہو تو اس پر ایک الف کے برابر غنہ کرنا ضروری

ہے، جیسے: لَهُنَّ ، جَآنٌّ .

(۳) وقف بالتشدید میں اگرچہ حرف کی حرکت ختم ہو جاتی ہے، مگر تشدید کی کیفیت باقی رہتی ہے، لہٰذا تشدید کی وجہ سے مد وغیرہ کے جو احکام وصلاً جاری ہوتے ہیں، وہ وقفاً بھی جاری ہوں گے۔

(ج) وقف بالاظہار

موقوف علیہ حرف پر ادغام، اخفاء یا اقلاب ہو رہا ہو تو اس پر وقف کرنے کو وقف بالاظہار کہتے ہیں، جیسے إِضْـرِبْ بِعَصَاكَ ، مِنْ بَعْدِ، وَلٰكِنْ كَانُوْا اس میں ادغام اور اخفاء نہیں ہو گا۔ اسے وقف بالاظہار اس لیے کہتے ہیں کہ حرف کی اصلی حالت ظاہر ہو جاتی ہے۔

(د) وقف بالاثبات

وقف بالاثبات سے مراد یہ ہے کہ موقوف علیہ حرف مدہ کو کو ثابت کر کے پڑھنا جو وصلاً یا رسماً محذوف ہو۔ وقف بالاثبات کی درج ذیل پانچ اقسام ہیں:

۱۔ اجتماع ساکنین کی وجہ سے وصلاً محذوف ہونے والے حروف مدہ کو باقی رکھ کر پڑھنا، جیسے وَقَالَا الْحَمْدُ میں وَ قَالَا پر اور فِي الْاَرْضِ میں فِيْ پر حرفِ مدہ کو باقی رکھ کر وقف کرنا۔

۲۔ تماثل فی الرسم کی وجہ سے محذوف حروف مدہ کو باقی رکھ کر وقف کرنا، جیسے تَرَاءَ ا الْجَمْعَانِ میں تَرَاءَ ا پر حرف مدہ کو باقی رکھ کر وقف کرنا۔

۳۔ وہ الف جو وصلاً نہ پڑھا جاتا ہو، وقفاً اسے باقی رکھ کر وقف کرنا، جیسے: اَلـرَّسُـوْلَا، اَلسَّبِيْلَا، لٰكِنَّا، أَنَا۔ ان کلمات کے الف کو وقفاً باقی رکھ کر وقف کیا جاتا ہے۔

۴۔ کلمات کے اواخر میں جو یاءات رسماً و وصلاً محذوف ہوتی ہیں، ان کو باقی رکھ کر وقف کرنا، جیسے: فَمَـا اٰتٰـنِ (الـنمل) کے آخر میں یاء کے اثبات سے وقف کرنا وقف بالاثبات کہلائے گا، اسی طرح دیگر قراءات میں باقٍ، هاد وغیرہ کے الفاظ کا بھی یہی حکم ہے۔

۵۔ کسی حرف قائم مقام حروف پر وقف، بھی وقف بالاثبات ہی کہلائے گا۔ جیسے:
وَ الضُّحٰى، سَجٰى، اَلرِّبٰوا وغیرہ.

کیفیت وقف بہ لحاظ رسم

کیفیت وقف بہ لحاظ رسم کی دو صورتیں ہیں:

(۱) موافقِ رسم موافق وصل:

وقف، وصل اور رسم دونوں کے موافق ہو جیسے یَعْلَمُوْنَ، تَعْلَمُوْنَ، قرآن مجید میں اکثر اوقاف ایسے ہی ہوتے ہیں۔

(۲) موافق رسم مخالف وصل:

وقف رسم کے مطابق ہو، جبکہ وصل کے مخالف ہو اور یہ وقف ﴿لٰكِنَّا﴾، ﴿الظُّنُوْنَا﴾، ﴿الرَّسُوْلَا﴾، ﴿السَّبِيْلَا﴾، پہلا ﴿قَوَارِيْرَا﴾ اور ﴿أَنَا﴾ جیسے کلمات میں ہوتا ہے۔ ان کلمات کے الفات صرف وقف میں پڑھے جاتے۔ جبکہ رسم میں لکھے ہوئے موجود ہیں۔ اسی لیے اس کو موافق رسم اور مخالف وصل کہا جاتا ہے۔

فائدہ:...... لفظ ﴿سَلٰسِلَا﴾ پر الف کے ساتھ وقف کرنے کے علاوہ بغیر الف کے ﴿سَلٰسِلَ﴾، لام پر وقف کرنا بھی جائز ہے۔ اس میں اگر الف کے ساتھ وقف کیا جائے تو یہ موافق رسم مخالف وصل ہوگا اور اگر بغیر الف کے لام پر وقف کیا جائے تو مخالف رسم اور موافق وصل ہو جائے گا۔

فائدہ:...... وقف بہ لحاظِ رسم کی تیسری صورت بھی پائی جاتی ہے، مخالف رسم مخالف وصل، وقف رسم اور وصل دونوں کے مخالف ہو۔ جیسے لمبی تاء پر ہاء کے ساتھ وقف کرنا لیکن یہ روایت حفص میں نہیں پایا جاتا، البتہ امام ابن کثیر مکی رحمہ اللہ وغیرہ کی قراءت میں پایا جاتا ہے، جیسے يٰأَبَتِ پر يٰأَبَهْ وقف کرنا۔

یہ وقف رسم اور وصل دونوں کے خلاف ہے، کیونکہ وصل اور رسم دونوں میں لمبی تاء ہے، جبکہ وقف ہاء کے ساتھ ہو رہا ہے۔

کیفیت وقف بہ لحاظ وصل

کیفیت وقف بہ لحاظ وصل کی دو صورتیں ہیں:

(۱) موافق وصل مخالف رسم بالحذف:

یعنی وقف وصل کے موافق اور رسم کے مخالف بالحذف ہو، اور یہ وقف درج ذیل نو کلمات میں ہوتا ہے:

۱۔ ﴿أَوْ يَعْفُوَا﴾ (البقرة: ۲۳۷)

۲۔ ﴿أَن تَبُوٓاَ﴾ (المائدة: ۲۹)

۳۔ ﴿لِتَتْلُوَا﴾ (الرعد: ۳۰)

۴۔ ﴿لَن نَّدْعُوَا﴾ (الكهف: ۱٤)

۵۔ ﴿لِّيَرْبُوَا﴾ (الروم: ۳۹)

۶۔ ﴿لِيَبْلُوَا﴾ (محمد: ٤)

۷۔ ﴿وَ نَبْلُوَا﴾ (محمد: ۳۱)

۸۔ ﴿قَوَارِيْرَا﴾ (الدهر: ۱٦)

۹۔ ﴿ثَمُوْدَا﴾ (هود: ٦۸، فرقان: ۳۸، عنكبوت: ۳۸، نجم: ٥۱)

ان میں سے پہلے سات کلمات کو تو سب نے ہی بغیر الف کے پڑھا ہے اور وقف موافق وصل مخالف رسم بالحذف کیا ہے۔ جبکہ آخری دونوں کلمات ﴿قَوَارِيْرَا، ثَمُوْدَا﴾ میں اختلاف ہے۔

لفظ ﴿ثَمُوْدَا﴾ میں چاروں جگہ ہی دو لغات ہیں:

(۱) غیر منصرف یعنی غیر منوّن

(۲) منصرف یعنی منوّن۔

پہلی تین جگہ حفص، حمزہ اور یعقوب کے لیے غیر منصرف اور باقی قراء کے لیے منصرف ہے، جبکہ سورہ نجم والا عاصم، حمزہ اور یعقوب کے لیے غیر منصرف اور باقی قراء کے لیے منصرف ہے۔ پس غیر منصرف یعنی بغیر تنوین کے پڑھنے والے الف کے بغیر وقف کریں گے، جبکہ منصرف یعنی تنوین سے پڑھنے والے الف کے ساتھ وقف کریں گے، اور حفص کے لیے ہر جگہ غیر منصرف ہے اور وہ بغیر الف کے وقف کرتے ہیں۔

اسی طرح دوسرے لفظ ﴿قَوَارِيْرَا﴾ (الدھر: ۱۶) کے بارے میں دو طرح کی روایات پائی جاتی ہیں، اور منصرف اور غیر منصرف بعض روایات کے مطابق یہ لفظ تمام مصاحف عثمانیہ میں بغیر الف کے مرسوم ہے۔ حفص کے لیے دونوں طرح کی روایات کے مطابق یہ الف کے بغیر ہی ہے۔

فائدہ:...... وقف میں اگرچہ رسم کی مطابقت ضروری ہے، لیکن چونکہ ان کلمات کے الفات قراءۃً ثابت ہی نہیں ہیں، لہٰذا وصل کی مانند وقف میں بھی حذف ہی ہوں گے اور آخری حرف کو ساکن پڑھا جائے گا۔

(۲) موافق وصل مخالف رسم بالاثبات:

یعنی وقف وصل کے موافق اور رسم کے مخالف بالاثبات ہو۔ جیسے لِتَسْتَوٗ، يَسْتَحْيِ، فَمَا آتَانِۦ اللّٰه.

ان کلمات میں وصل کی مانند وقفاً بھی محذوف حروف کو پڑھا جائے گا۔

فائدہ:......لفظ آتَانِ میں وقفاً یاء کا اثبات اور حذف دونوں جائز ہیں، لہٰذا یاء کے اثبات سے وقف، موافق وصل مخالف رسم ہوگا، جبکہ یاء کے حذف سے وقف مخالف وصل، موافق رسم ہوگا۔

سوالات

۱۔ کیفیت وقف بہ لحاظ اصل کی کتنی صورتیں ہیں؟

۲۔ وقف بالسکون کی تعریف کرتے ہوئے، وقف بالسکون اور وقف بالاسکان کا فرق واضح کریں؟

۳۔ وقف بالتشدید کی تعریف کرتے ہوئے اس کی ادائیگی کا طریقہ بتائیں۔

۴۔ وقف بالاظہار اور وقف بالاثبات کی تعریف کریں؟

۵۔ وقف بالاثبات کی اقسام لکھیں؟

۶۔ کیفیت وقف بہ لحاظ رسم کی کتنی صورتیں ہیں، اور اس کی کون سی صورت روایت حفص میں نہیں پائی جاتی ہے۔

۷۔ موافق رسم موافق وصل، اور موافق رسم مخالف وصل کو مثالوں سے واضح کریں؟

۸۔ کیفیت وقف بہ لحاظ وصل کی کتنی صورتیں ہیں؟

۹۔ موافق وصل مخالف رسم بالحذف اور موافق وصل مخالف رسم بالاثبات کی تعریف کرتے ہوئے مثالوں سے واضح کریں۔

۱۰۔ درج ذیل کلمات پر وقف کیسے ہوگا؟

ثَمُوْدَا، اَنْ تَبُوْٓاَ، سَلٰسِلَا، يَسْتَحْيِ

کیفیت وقف سے متعلق چند متفرق احکام

ذیل میں ہم وہ چند قواعد واحکام بیان کریں گے جو کیفیت وقف ہی کے متعلق ہیں لیکن کیفیت وقف کی سابقہ فصول میں بیان نہیں ہوئے۔

۱۔ وقف ہمیشہ کلمہ کے آخر پر کرنا چاہیے، درمیان کلمہ میں وقف کرنا درست نہیں ہے اور اگر دو کلمے رسماً ملا کر لکھے گئے ہوں، جیسے: ﴿بِئۡسَمَا﴾ تو دوسرے کلمہ کے آخر پر وقف ہو گا۔ اس کو وقف علی الوصل کہتے ہیں۔ اس میں رسم کا خیال رکھا جاتا ہے۔

۲۔ اگر حروف قلقلہ "قطب جد" میں سے کسی حرف پر وقف کیا جائے تو وقفاً قلقلہ کی آواز کو خوب ظاہر کر کے پڑھا جائے گا، جیسے: ﴿فَلَقٍ﴾

۳۔ وقفاً حروف قلقلہ مشددہ کا قلقلہ، تشدید کی تاخیر کے بعد ظاہر ہوگا جیسے: ﴿أَحَقُّ﴾، ﴿وَتَبَّ﴾

۴۔ لفظ "فرق" کی راء کو وقفاً باریک پڑھنا بھی جائز ہے، مگر موٹا پڑھنا اولی ہے۔

۵۔ جو حروف ہمیشہ موٹے پڑھے جاتے ہیں، وقفاً ان کی تفخیم کا خصوصی خیال رکھا جائے، جیسے: ﴿حَافِظٌ﴾، ﴿بِرَبِّ الۡفَلَقِ﴾.

۶۔ جو صفات عارضہ وصل پر موقوف ہیں جیسے مد منفصل، ادغام اور اخفاء وغیرہ، ان کو وقفاً ادا نہیں کیا جائے گا، بلکہ اس حرف کی صفت اصلی ادا کی جائے گی۔ مثلاً ﴿وَمَآ أُنۡزِلَ﴾ میں ﴿مَا﴾ پر وقفا سبب مد ہمزہ اس سے جدا ہو جائے گا اور اس پر صرف مد اصلی کی جائے گی۔

فائدہ:...... بعض لوگ حرف مدہ پر وقفاً مد کی مقدار میں کمی یا زیادتی کر دیتے ہیں، یا حرف مدہ کے بعد ہمزہ یا ہاء کی آواز پیدا کر دیتے ہیں۔ یہ بالکل غلط ہے، اس کا خصوصی خیال رکھنا چاہیے، ورنہ لحن جلی لازم آئے گی۔

۷۔ اگر حرفِ موقوف علیہ مفتوح ہو، اور اس سے پہلے حرف مدہ آ جائے، جیسے ﴿اَلْعَالَمِيْنَ﴾ تو اس میں طول، توسط، قصر مع الاسکان تین وجوہ جائز ہوں گی اور طول اولیٰ ہے۔

۸۔ اگر حرفِ موقوف علیہ مکسور ہو، اور اس سے پہلے حرف مدہ آ جائے جیسے ﴿اَلرَّحِيْمِ﴾ تو اس میں طول، توسط، قصر مع الاسکان، اور قصر مع الروم چار وجوہ جائز ہیں۔

۹۔ اگر حرفِ موقوف علیہ مضموم ہو، اور اس سے پہلے حرف مدہ آ جائے، جیسے ﴿نَسْتَعِيْنُ﴾ تو اس میں طول، توسط، قصر مع الاسکان، طول، توسط، قصر مع الاشمام اور قصر مع الروم سات وجوہ جائز ہیں۔

۱۰۔ اگر حرف موقوف علیہ سے پہلے حرف لین آ جائے جیسے ﴿رَأْيَ الْعَيْنِ﴾ تو موقوف علیہ مفتوح ہونے کی صورت میں قصر، توسط، طول مع الاسکان تین وجوہ جائز ہیں، اور قصر اولیٰ ہے، مکسور ہونے کی صورت میں قصر، توسط، طول مع الاسکان اور قصر مع الروم چار وجوہ جائز ہیں اور مضموم ہونے کی صورت میں قصر، توسط، طول مع الاسکان، قصر، توسط، طول مع الاشمام اور قصر مع الروم سات وجوہ جائز ہیں۔ وقف بالروم کی حالت میں صرف قصر ہے، مد جائز نہیں ہے، کیونکہ روم مثل وصل کے ہوتا ہے۔

۱۱۔ اگر حرف موقوف علیہ ہمزہ ہو، اور اس سے پہلے حرف مدہ آ جائے (یعنی مد متصل بن رہی ہو) تو ہمزہ مفتوح ہونے کی صورت میں طول مع الاسکان اور توسط مع الاسکان دو وجوہ جائز ہیں، جیسے ﴿جَـــآءَ﴾، ہمزہ مکسور ہونے کی صورت میں طول مع الاسکان، توسط مع الاسکان اور توسط مع الروم تین وجوہ جائز ہیں جیسے ﴿مِنَ السَّمَآءِ﴾ اور ہمزہ مضموم ہونے کی صورت میں طول مع الاسکان، توسط مع الاسکان، طول مع الاشمام، توسط مع الاشمام اور توسط مع الروم پانچ وجوہ جائز ہیں۔

مد متصل (کی تینوں صورتوں مفتوح، مکسور اور مضموم) میں وقفاً قصر مع الاسکان کی وجہ ناجائز ہے۔ کیونکہ تمام قراء کے ہاں یہ ممنوع ہے۔ اس میں صرف طول اور توسط جائز ہیں۔

طول سکون عارضی کی وجہ سے جبکہ توسط ہمزہ کی وجہ سے۔

۱۲۔ اگر حرفِ موقوف علیہ مشدد ہو اور اس سے پہلے حرف مدہ آ جائے (یعنی مد لازم کلمی مثقل بن جائے) تو موقوف علیہ مفتوح ہونے کی صورت میں صرف ایک ہی وجہ طول مع الاسکان جائز ہے۔ جیسے ﴿صَوَآفَّ﴾، موقوف علیہ مکسور ہونے کی صورت میں دو وجوہ طول مع الاسکان اور طول مع الروم جائز ہیں جیسے ﴿وَ الدَّوَآبِّ﴾ اور موقوف علیہ مضموم ہونے کی صورت میں تین وجوہ، طول مع الاسکان، طول مع الاشمام اور طول مع الروم جائز ہیں۔ جیسے ﴿وَ لَا جَآنٌّ﴾.

۱۳۔ اگر حرف موقوف علیہ ہمزہ سے پہلے حرف لین آ جائے، اور ہمزہ مکسور ہو، جیسے ﴿مَثَلُ السَّوْءِ﴾ تو اس میں چار وجوہ، قصر، توسط، طول مع الاسکان اور قصر مع الروم جائز ہیں اور اگر ہمزہ مضموم ہو، جیسے ﴿مِنْهُمْ شَيْءٌ﴾ تو اس میں سات وجوہ قصر، توسط، طول مع الاسکان، قصر توسط، طول مع الاشمام اور قصر مع الروم جائز ہیں۔

فائدہ:...... مد کی مذکورہ وجوہ میں سے قاری جس کو چاہے، اختیار کر لے، لیکن جس وجہ کو بھی اختیار کرے، آخر تک اسی پر قائم رہے، سب وجوہ کو جمع کرنا یا مساوات کے خلاف پڑھنا جائز نہیں ہے۔

فائدہ:...... قرآن مجید میں بعض مقامات ایسے ہیں جہاں وقف کرنا دشوار اور مشکل ہے جیسے اَلْقَدْر، اَلْعُسْر، وَ الْفَجْر، وَ الْعَصْر، خُسْر، اَمْر، شَهْر، اَلْحِجْر، اَلْحَشْر، کیونکہ یہاں دو ساکن ایک ہی کلمہ میں جمع ہو گئے ہیں، جو قراءت میں ثقل کا باعث ہیں، بعض طلباء دونوں ساکنوں یا ایک ساکن کو متحرک کر دیتے ہیں، لہٰذا اساتذہ کرام سے گزارش ہے کہ ایسے مواقع پر طلباء کو خصوصی طور پر مشق کروائیں۔

محل وقف کا بیان [1]

محل وقف کی درج ذیل چار اقسام ہیں:

(۱) وقفِ تام:

تام تمام سے ہے، جس کا معنی ہے ''پورا ہو جانا، مکمل ہو جانا۔'' یعنی کسی ایسے کلمہ پر وقف کرنا جہاں کلام مکمل طور پر پورا ہو جائے اور موقوف علیہ کے مابعد کا ماقبل سے کوئی لفظی و معنوی تعلق نہ ہو۔ ایسی جگہ ٹھہرنے کو وقف تام کہا جاتا ہے۔ یہ وقف اکثر رؤوس آیات، قصص و واقعات اور سورتوں کے اختتام پر ہوتا ہے۔ جیسے سورہ ((و الضحی)) میں ﴿مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَ مَا قَلٰیo﴾ پر وقف تام ہے، اور ﴿فَتَرْضٰی﴾ پر وقف اتم ہے اور ﴿فَاَغْنٰی﴾ پر وقف تام ہے۔ اسی طرح سورۃ الانشراح میں ﴿وَ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ پر وقف تام ہے، ایسے ہی ﴿اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا﴾ پر بھی وقف تام ہے۔ [2]

وقف تام کی دلیل وہ حدیث مبارکہ ہے جو بخاری و مسلم میں بیان کی گئی ہے:

((عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِی بَكْرَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ: أَنَّ جِبْرَئِيْلَ اَتَى النَّبِیَّ، فَقَالَ: اِقْرءِ الْقُرْآنَ عَلٰی حَرْفٍ، فَقَالَ مِيْكَائِيْلُ: اِسْتَزِدْهُ، فَقَالَ: اِقْرَءْ عَلٰى حَرْفَيْنِ، فَقَالَ مِيْكَائِيْلُ: اِسْتَزِدْهُ، حَتّٰی بَلَغَ سَبْعَةَ اَحْرُفٍ، ثُمَّ قَالَ: كُلٌّ شَافٍ كَافٍ مَا لَمْ تَخْتِمْ آيَةَ عَذَابٍ بِآيَةَ رَحْمَةٍ، أَوْ آيَةَ رَحْمَةٍ بِآيَةِ عَذَابٍ))

''سیّدنا عبدالرحمٰن بن ابوبکرہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ سیّدنا جبریل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: آپ ایک حرف پر

---

[1] محل وقف سے مراد وہ مقامات ہیں جہاں وقف کیا جاتا ہے۔

[2] المكتفى فى الوقف و الابتداء للدانى : ۱۳۱

قرآن پڑھیں، سیّدنا میکائیل علیہ السلام نے کہا: زیادہ طلب کریں، سیّدنا جبرئیل علیہ السلام نے کہا: آپ دوحرفوں پر قرآن پڑھیں، سیّدنا میکائیل علیہ السلام نے کہا: زیادہ طلب کریں، اس طرح ہوتے ہوتے سات حروف تک پہنچ گئے۔ پھر سیّدنا جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: یہ تمام (احرف سبعہ) کافی و شافی ہیں، آپ عذاب کی آیت کو رحمت والی آیت کے ساتھ اور رحمت والی آیت کو عذاب والی آیت کے ساتھ نہ ملائیں۔''

امام دانی رحمہ اللہ اس حدیث مبارکہ سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اس حدیث مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وقف تام کی تعلیم دی گئی ہے، جو آپ نے سیّدنا جبرئیل علیہ السلام سے حاصل کی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قاری کے لیے ضروری ہے کہ وہ نار وعقاب والی آیات پر وقف کرے اور مابعد سے ابتداء کرے اگر اس کے بعد جنت وثواب کا تذکرہ ہو، اس طرح جنت وثواب والی آیات پر وقف کر کے مابعد سے ابتداء کرے۔ اگر اس کے بعد جہنم وعقاب کا ذکر ہو رہا ہو۔'' [1]

فائدہ:...... وقف تام میں دو مراتب پائے جاتے ہیں:

(۱) وقف تام (۲) وقف اتم

چنانچہ ﴿مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ پر وقف اتم ہے، کیونکہ اس پر معنی مکمل ہو جاتا ہے اور کلام اپنے مابعد سے معنی میں مشترک نہیں، بلکہ جدا اور مکمل ہے۔ جبکہ ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ إِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ پر وقف تام ہے، کیونکہ وہ اپنے مابعد سے خطاب کے معنی میں مشترک ہے۔ مگر یاد رہے کہ یہ دونوں وقوف ہی، وقف تام ہیں۔ [2]

فائدہ:...... وقف تام کے موقع پر وقف کرنا عمدہ ترین ہے، وقف تام کے بعد ابتداء

---

[1] المكتفى فى الوقف و الابتداء للدانى: ١٣٢.

[2] المرشد فى مسائل التجويد و الوقف: ٣٩٥.

کرنا ضروری ہے، اعادہ کی حاجت نہیں ہے۔

فائدہ:...... وقف تام اکثر رؤوس آیات پر ہوتا ہے، اور کبھی آیت کے درمیان میں بھی واقع ہوتا ہے۔ جیسے سورہ الفرقان کے تیسرے رکوع میں ﴿لَقَدْ اَضَلَّنِیْ عَنِ الذِّکْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَ نِیْ﴾ پر وقف کرنا وقف تام ہے کیونکہ یہاں ظالم ابی بن خلف کے حسرت بھرے قول کی حکایت ختم ہورہی ہے اور آگے ﴿وَ کَانَ الشَّیْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا﴾ اللہ رب العزت کا ارشاد گرامی ہے۔

وقف تام بعض جگہ آیت مکمل ہونے کے ایک کلمہ بعد واقع ہوتا ہے جیسے سورۃ الکہف کے گیارہویں رکوع میں ﴿لَمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ۝ كَذٰلِكَ﴾ میں آیت ﴿سِتْرًا﴾ پر پوری ہورہی ہے، جبکہ کلام ﴿كَذٰلِكَ﴾ پر مکمل ہورہا ہے۔

فائدہ:...... وقف کبھی ایک تفسیر اور معانی واعراب کے لحاظ سے تو تام ہوتا ہے، جبکہ دوسری تفسیر اور معانی واعراب کے لحاظ سے غیر تام ہوتا ہے، اسی طرح ایک قراءت کے اعتبار سے تام ہوتا ہے تو کسی دوسری قراءت کے اعتبار سے غیر تام ہوتا ہے۔

(۲) وقف کافی:

کسی ایسے کلمہ پر وقف کرنا، جہاں موقوف علیہ کا مابعد سے معنوی تعلق تو ہو مگر لفظی تعلق نہ ہو، یعنی جملہ ختم ہو جائے مگر مضمون ابھی ختم نہ ہوا ہو۔ ایسی جگہ ٹھہرنے کو وقف کافی کہتے ہیں۔

وقف کافی کا حکم یہ ہے کہ مابعد سے ابتداء کی جائے اور ماقبل سے اعادہ نہ کیا جائے، یعنی اس مقام پر وقف کو کافی سمجھ لیا جائے اور مابعد سے ملانا ضروری نہ سمجھا جائے۔

وقف تام کی مانند وقف کافی کے بھی مراتب ہیں جیسے ﴿فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ﴾ پر وقف کافی ہے، اور ﴿فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا﴾ پر وقف اکفی ہے اور ﴿بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ﴾ پر پہلے دونوں کے مقابلے میں زیادہ اکفی ہے۔

وقف کافی کی اصل وہ حدیث مبارکہ ہے جو بخاری ومسلم میں منقول ہے:

((عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ: اِقْرَأْ عَلَیَّ ، فَقُلْتُ:

أَأَقْرَأُ عَلَيْكَ وَ عَلَيْكَ أُنْزِلَ ، فَقَالَ: إِنِّی أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهٗ مِنْ غَیْرِیْ ، قَالَ: فَافْتَحْتُ سُوْرَةَ النِّسَاءِ فَلَمَّا بَلَغْتُ: ﴿فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍۭ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا﴾ قَالَ: فَرَأَيْتُهٗ وَ عَيْنَاهُ تَذْرُفَانِ دُمُوْعًا فَقَالَ لِیْ: حَسْبُكَ))

''سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مجھے قرآن سناؤ۔'' میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میں آپ پر پڑھوں، حالانکہ آپ پر نازل کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ اپنے علاوہ کسی دوسرے سے سنوں۔ میں نے سورۃ النساء شروع کر دی، جب میں آیت مبارکہ ﴿فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا .... شَهِيدًا﴾ پر پہنچا تو آپ نے رکنے کا اشارہ کیا، میں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔''

امام دانی رحمہ اللہ اس حدیث مبارکہ سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''یہ حدیث مبارکہ وقف کافی پر تلاوت منقطع کرنے کی دلیل ہے۔ نبی کریم ﷺ نے سیّدنا ابن مسعود کو ﴿شَهِيدًا﴾ پر تلاوت منقطع کرنے کا حکم دیا، اور ﴿شَهِيدًا﴾ پر وقف کافی ہے، وقف تام نہیں، وقف تام تو دوسری آیت ﴿وَلَا يَكْتُمُونَ حَدِيثًا﴾ پر ہے، جہاں مضمون اختتام پذیر ہو رہا ہے۔'' [1]

اس حدیث مبارکہ اور امام دانی رحمہ اللہ کی توضیح سے معلوم ہوتا ہے کہ جملہ ختم ہونے پر وقف کیا جا سکتا ہے، خواہ مضمون ابھی مکمل نہ ہوا ہو۔

فائدہ:...... وقف کافی بھی آیات کے تابع نہیں ہے، لہٰذا یہ رؤوس آیات کی طرح درمیانِ آیات پر بھی بکثرت ہوتا ہے، لہٰذا وقف کافی اگر آیت سے پہلے آ رہا ہو تو آیت پر وقف کر لیا جائے اور اگر آیت کے بعد ہو تو وقف کافی کے محل پر وقف کر لیا جائے۔

فائدہ:...... وقف کبھی ایک تفسیر و ترکیب کے اعتبار سے وقف کافی ہوتا ہے، جبکہ

---

[1] المکتفی فی الوقف الابتداء: ۱۳۶، ۱۳۷.

دوسری تفسیر وترکیب کے اعتبار سے وقف غیر کافی ہوتا ہے، اسی طرح کسی ایک قراءت میں وقف کافی ہوتا ہے جبکہ کسی دوسری قراءت میں غیر کافی ہوتا ہے۔

فائدہ:...... وقف کافی مسجع آیات جیسے سورہ جن، سورہ مدثر، سورہ تکویر، سورہ انفطار اور سورہ انشقاق وغیرہ میں سجع کا اعتبار کرتے ہوئے بہتر سمجھا گیا ہے۔

(۳) وقف حسن:

کسی ایسے کلمہ پر وقف کرنا، جہاں موقوف علیہ کا مابعد سے لفظی ومعنوی دونوں لحاظ سے تعلق ہو، ایسی جگہ ٹھہرنے کو وقف حسن کہا جاتا ہے۔

وقف حسن کو حسن اس لیے کہا جاتا ہے، کیونکہ اس سے کسی درجہ کلام سمجھ میں آ جاتی ہے۔

وقف حسن کا حکم یہ ہے کہ موقوف علیہ کے مابعد سے ابتداء کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ ماقبل سے اعادہ کرنا ضروری ہے۔ الاّ یہ کہ وقف کسی رأس آیت پر کیا جائے تاکہ کلام مربوط اور مفید ہو جائے۔ اگر وقف حسن رأس آیت پر کیا گیا ہو تو مابعد سے ابتداء کی جائے گی۔

وقف حسن کی اصل یہ حدیث مبارکہ ہے جو ابوداؤد میں منقول ہے:

((عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ أُمِّ سَلَمَةَ رضي الله عنها كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا قَرَأَ قَطَعَ قِرَاءَتَهٗ آيَةً آيَةً ، يَقُوْلُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ ثُمَّ يَقِفُ ، الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ ثُمَّ يَقِفُ))

''ام المؤمنین سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ تلاوت میں آیت پر وقف کیا کرتے تھے، چنانچہ آپ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ پڑھتے اور ٹھہر جاتے، پھر الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ پڑھتے اور ٹھہر جاتے۔''

امام دانی رحمہ اللہ اس حدیث مبارکہ سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''امام بصری ہر آیت پر وقف کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ رؤوس آیات پر وقف کرنا سنت نبوی ہے۔'' [1]

---

[1] المكتفى فى الوقف الابتداء: ١٤٦.

فائدہ:...... وقف حسن بھی آیات اور غیر آیات دونوں مقامات پر پایا جاتا ہے، لیکن غیر آیات پر زیادہ ہوتا ہے۔جس کی مثالیں درج ذیل ہیں:

بِسۡمِ اللّٰهِ پر ٹھہرنا وقف حسن ہے کیونکہ اس کا مابعد کے ساتھ لفظی تعلق باقی ہے اور الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ذات باری تعالیٰ کی صفات ہیں۔

اسی طرح اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ پر وقف کرنا بھی وقف حسن ہے، کیونکہ مابعد کا کلام رَبِّ الۡعَالَمِيۡنَ، اللہ کی صفت ہے۔

اسی طرح اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِيۡنَ پر وقف کرنا بھی حسن ہے کیونکہ اَلرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ بھی رَبِّ الۡعَالَمِيۡنَ کی طرح اللہ کی صفات ہیں۔

(۴) وقف قبیح:

کسی ایسے کلمہ پر وقف کرنا، جہاں موقوف علیہ اپنے مابعد کے ساتھ ایسا گہرا تعلق رکھتا ہو، کہ اس کے بغیر کلمہ کے معانی سمجھ میں نہ آتے ہوں۔ایسی جگہ ٹھہرنے کو وقف قبیح کہا جاتا ہے۔

جیسے مضاف پر بغیر مضاف الیہ کے، موصوف پر بغیر صفت کے، رافع پر بغیر مرفوع کے، ناصب پر بغیر منصوب کے، معطوف علیہ پر بغیر معطوف کے، ذوالحال پر بغیر حال کے، عدد پر بغیر معدود کے، موصول پر بغیر صلہ کے اور شرط پر بغیر جزا وغیرہ کے وقف کرنا۔

یعنی ہر وہ جگہ جہاں وقف کرنے سے کلام پورا نہ ہوتا ہو، اور اس کے معانی سمجھ نہ آتے ہوں، اس جگہ نہ تو وقف کرنا صحیح ہے اور نہ ہی مابعد سے ابتداء کرنا صحیح ہے۔

جیسے بِسۡمِ اللّٰهِ میں بِسۡمِ پر، مَالِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ میں مَالِكِ پر، رَبِّ الۡعَالَمِيۡنَ میں رَبِّ پر اور رُسُلُ اللّٰهِ میں رُسُلُ پر وقف کرنا وقف قبیح ہے۔

اگر کسی جگہ وقف کرنے سے شانِ الٰہی کے خلاف یا مراد الٰہی کے خلاف معنی پیدا ہو جائیں تو وقف اقبح کہلاتا ہے۔

❀ شانِ الٰہی کے خلاف تو یہ ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسۡتَحۡيِ پر وقف کر دیا جائے یا اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِيۡ پر وقف کر دیا جائے یا فَبُهِتَ الَّذِيۡ كَفَرَ وَ اللّٰهُ پر یا وَ لَا يَبۡعَثُ اللّٰهُ پر

وقف کر دیا جائے۔

ایسی جگہ پر وقف کرنے کا حکم یہ ہے کہ پڑھنے والا اگر اضطراری طور پر وہاں وقف کر لے تو ماقبل سے اعادہ کرنا ضروری ہے، اور اگر عمداً جان بوجھ کر ایسا کرے گا تو اس عمل کی وجہ یا ایسا عقیدہ رکھنے کی وجہ سے دین اسلام سے خارج ہو جائے گا، کیونکہ ایسا کرنے سے ذات باری تعالیٰ پر افتراء لازم آتا ہے۔

❀ اور مرادِ الٰہی کے خلاف معنی پیدا ہونے کی مثال یہ ہے کہ آیت قرآنی ﴿وَ إِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلِأَبَوَيْهِ﴾ میں ﴿وَلِأَبَوَيْهِ﴾ پر وقف کرنا، کیونکہ یہاں معنی بالکل غلط ہو گئے ہیں۔ وقف قبیح کی اصل وہ حدیث مبارکہ ہے، جو مسلم اور ابوداؤد میں منقول ہے:

((عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ جَآءَ رَجُلَانِ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ، فَقَالَ رَسُوْلِ اللّٰهِ قُمْ أَوْ اِذْهَبْ، بِئْسَ الْخَطِيْبُ أَنْتَ))

''سیّدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، ان میں سے ایک نے کہا: ((من يطع الله و رسوله فقد رشد و من يعصهما)) ''جس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی وہ ہدایت پا گیا، اور جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی، وہ بھی) اور اس پر ٹھہر گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اٹھ جا'' یا فرمایا'' چلا جا''، تو برا خطیب ہے۔''

امام دانی رحمہ اللہ اس حدیث مبارکہ سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''خطیب کے غلط جگہ وقف کرنے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو عتاب فرمایا، خطیب کے لیے مناسب تھا کہ اگر وہ دونوں فقرے ایک سانس میں نہیں بول سکتا تھا تو ((فَقَدْ رَشَدَ)) پر وقف کر دیتا، پھر نئے سانس میں بقیہ کلام کہتا۔

جب عام گفتگو میں بھی وقف کی بے اعتدالی نہایت ناگوار اور ناپسندیدہ ہے تو قرآن مجید جیسے عظیم کلام میں یہ بے اعتدالیاں کس قدر مکروہ اور قبیح ہوں گی اور

ان سے بچنا کس قدر ضروری ہے۔'' ❶

وقف قبیح ہمیشہ آیات کے درمیان میں ہو گا، کیونکہ اختتام آیات پر وقف کرنا کسی صورت میں بھی قبیح نہیں ہے۔

کیا ہر آیت پر وقف کرنا ضروری ہے؟

ام المؤمنین سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا قَرَأَ قَطَعَ قِرَاءَ تَهُ آيَةً آيَةً ، يَقُوْلُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ ثُمَّ يَقِفُ ، الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ ثُمَّ يَقِفُ))

''نبی کریم ﷺ تلاوت میں ہر آیت پر وقف کیا کرتے تھے، چنانچہ آپ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ پڑھتے اور ٹھہر جاتے، پھر الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ پڑھتے اور ٹھہر جاتے۔''

امام دانی رحمہ اللہ اس حدیث مبارکہ کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''امام ابوعمرو بصری رحمہ اللہ ہر آیت پر وقف فرمایا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ رؤوس آیات پر وقف کرنا سنت ہے۔'' ❷

امام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی شعب الایمان میں اسی موقف کو اختیار کیا ہے۔ان کے علاوہ بھی متعدد اہل علم نے رؤوس آیات پر وقف کو افضل قرار دیا ہے،اگرچہ مابعد سے لفظی تعلق بھی ہو۔ ❸

یہ بات بھی یاد رہے کہ تمام رؤوس آیات توقیفی ہیں، جس میں قیاس کو کوئی دخل نہیں۔ ❹

علامہ زرقانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ سکھانے کی غرض سے شروع شروع میں رؤوس آیات پر وقف کیا کرتے تھے، جب صحابہ کرام کو رؤوس آیات کے مواقع کا علم ہو گیا تو

---

❶ المكتفى فى الوقف و الابتداء: ١٤٦

❷ المكتفى فى الوقف و الابتداء: ١٤٦.

❸ النشر فى القراء ات العشر: .

❹ المرشد فى مسائل التجويد و الوقف: ٤٠٠.

آپ ﷺ معنوی رعایت کو ملحوظ رکھ کر وقف فرماتے تھے۔ ❶

مذکورہ حدیث سے سند کے اعتبار سے زیادہ صحیح حدیث وہ ہے جو امام نسائی رحمہ اللہ نے سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے۔ سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی قراءت کی کیفیت کو بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

((مَا لَكُمْ وَ صَلَاتُهُ؟ ثُمَّ نَعَتَتْ قِرَاءَتَهُ مُفَسَّرَةً حَرْفًا حَرْفًا)) ❷

''آپ کی نماز کی بابت کیا پوچھتے ہو؟ پھر سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی تلاوت کا نقشہ کھینچا، اور ایک ایک حرف الگ الگ وضاحت کے ساتھ پڑھتی تھیں۔''

مذکورہ دونوں احادیث کو جمع کرنے سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ نبی کریم ﷺ کبھی تو ہر آیت پر وقف فرماتے، اگرچہ وہاں معنی پورے نہ ہوئے ہوں اور کبھی اس کا التزام نہیں فرماتے تھے، بلکہ جہاں مفہوم پورا ہوتا تھا وہاں ٹھہر جاتے، اور اس کا مقصد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تربیت دینا تھا۔ ❸

قاری عبدالرحمٰن مکی رحمہ اللہ ''فوائد مکیہ'' میں لکھتے ہیں:

''اگر سانس موجود ہو تو تمام اوقاف پر نہیں ٹھہرنا چاہیے۔ قاری کی مثال مسافر اور اوقاف کی مثال منازل کی مانند ہے۔ جس طرح ہر منزل پر بلاضرورت ٹھہرنا فضول اور وقت کا ضیاع ہے، اسی طرح ہر جگہ وقف کرنا فعل عبث ہے۔ البتہ وقف لازم اور وقف مطلق پر ٹھہرنا ضروری اور مستحسن ہے۔''

علامہ زکریا انصاری رحمہ اللہ اپنی کتاب ''المقصد'' میں فرماتے ہیں:

((فَالْقَارِئُ كَالْمُسَافِرِ وَ الْمَقَاطِعُ كَالْمَنَازِلِ الَّتِيْ يَنْزِلُهَا الْمُسَافِرُ))

''قاری مسافر کی مانند ہے اور اوقاف منازل کی مانند ہیں، جہاں مسافر اترتا ہے۔''

بہرحال یہ ایک وسیع بحث ہے، جس میں جانبین کے پاس متعدد دلائل موجود ہیں تفصیل کے لیے کتب مصادر سے رجوع کریں۔

---

❶ مناهل العرفان: ۱/۳۳۷. ❷ نسائی: ۱۰۸۱. ❸ المرشد فی مسائل التجوید و الوقف: ٤٠١.

محل وقف سے متعلقہ چند متفرق احکام

❀ اگر وقف تام یا وقف کافی تک سانس پہنچ سکتی ہو، تو وقف حسن یا وقف قبیح پر ٹھہرنا بہتر نہیں ہے۔

❀ وقف میں صرف اتنی دیر ٹھہرنا چاہیے کہ بآسانی سانس لیا جا سکے، اس سے زیادہ ٹھہرنا درست نہیں ہے، ہاں البتہ اگر کسی شخص کی سانس پھولتی ہو تو حسبِ ضرورت ٹھہرا جا سکتا ہے، تاکہ قراءت اطمینان کے ساتھ ہو، لیکن اس مزید تاخیر کو وقف نہیں، سکوت کہا جائے گا۔ بشرطیکہ آگے پڑھنے کا ارادہ ہو۔

❀ پڑھتے پڑھتے اگر سانس تنگ ہونے لگے تو پہلے سے ہی اس بات کا خیال رکھا جائے کہ درمیان کلام یا وسط کلمہ میں وقف نہ ہونے پائے، ورنہ غلط ہو گا۔

❀ وقف تام یا وقف کافی کے بعد آگے سے ابتداء کرنی چاہیے، پیچھے سے اعادہ جائز نہیں ہے اور جو حضرات ایسے مواقع سے ناواقف ہیں ان کو چاہیے کہ آیات یا علامات اوقاف پر وقف کریں۔

❀ وقف حسن یا وقف قبیح پر ٹھہرنے کے بعد پیچھے سے اعادہ کیا جائے۔

❀ سکتہ کے موقع پر وقف کرنا جائز نہیں ہے، ہاں البتہ اگر وہاں وقف کی علامت اور آیت بھی ہو تو وقف کرنا جائز ہے، جیسے وَ لَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا میں ہے۔

❀ حروف مقطعات پر وقف کرنا جائز نہیں ہے، البتہ اگر مجبوراً ٹھہرنا پڑ جائے تو اعادہ ضروری ہے، لیکن آخری حرف مقطعہ پر وقف کرنا درست ہے جیسے كٓهٰيٰعٓصٓ میں صاد پر وقف کرنا درست ہے۔

❀ بلا ضرورت وقف کرنا، یا وقف میں بلا وجہ تاخیر کرنا جائز نہیں ہے۔

سوالات

۱۔ محلِ وقف کی کتنی اقسام ہیں؟

۲۔ وقف تام کی تعریف کریں اور اس کی دلیل میں حدیثِ مبارکہ لکھیں؟

۳۔ وقف کافی کی تعریف کرتے ہوئے حدیث شریف سے اس کی دلیل دیں۔

۴۔ وقف حسن کی تعریف کرتے ہوئے حدیث نبوی سے دلیل تحریر کریں۔

۵۔ وقف قبیح کی تعریف کرتے ہوئے اس کا حکم بیان کریں؟

۶۔ وقیف قبیح کی مذمت میں حدیث نبوی ﷺ پیش کریں؟

۷۔ کیا ہر آیت پر وقف کرنا ضروری ہے؟

۸۔ کیا وقف میں بلاوجہ زیادہ دیر ٹھہرنا جائز ہے؟

۹۔ کیا مواقع سکتہ میں وقف کرنا جائز ہے؟

۱۰۔ کیا حروف مقطعات کے درمیان میں وقف کرنا جائز ہے؟

باعتبار احوال قاری وقف کی اقسام

اگر چہ ان اقسام کا تذکرہ تمام اصطلاحات وقف کے بعد مناسب تھا، لیکن طبیعت کا رجحان اسی طرف تھا کہ وقف کی تمام اقسام ایک ہی جگہ جمع ہو جائیں۔

قاری کے احوال اور ضرورت کے اعتبار سے وقف کی چار اقسام ہیں:

(۱) وقف اختیاری

(۲) وقف اضطراری

(۳) وقف اختباری

(۴) وقف انتظاری

(۱) وقف اختیاری:

وقف اختیاری اس وقف کو کہتے ہیں جو قصداً (یعنی اپنے اختیار اور ارادہ سے بغیر کسی عذر کے) استراحت وغیرہ کے لیے کیا جائے۔ اوقاف میں یہ وقف اصل ہے۔ وقف اختیاری آیت یا علامت وقف جیسے میم، طاء وغیرہ (یعنی وقف تام اور وقف کافی) ہی پر کرنا چاہیے۔ تاکہ وقف کرنے کے بعد آگے سے ابتداء کی جا سکے، اور اعادہ کی ضرورت نہ ہو۔ اوقاف درحقیقت قرآن مجید کی تفسیر ہیں، اور ان کے ذریعے قرآن مجید کے معانی اور تفسیر کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

(۲) وقف اضطراری:

وقف اضطراری اس وقف کو کہتے ہیں جو بلا قصد (یعنی بغیر ارادہ کے کسی مجبوری سے) ہو جائے۔ مثلاً سانس تنگ ہونے، یا پورا ہو جانے، یا پڑھتے پڑھتے تھک جانے، یا بھول جانے، یا کھانسی، ہچکی اور چھینک وغیرہ کے آ جانے کی وجہ سے وقف ہو جائے۔

وقف اضطراری ہر اس کلمہ کے آخر پر صحیح ہے جو اپنے بعد والے کلمہ سے الگ لکھا ہوا ہو۔ کیونکہ جب قاری مجبور ہی ہو جائے تو وہ پھر آگے کیسے پڑھ سکتا ہے۔ پس اگر ایسی جگہ وقف ہو جائے، جہاں آیت یا علامت وقف وغیرہ نہ ہو تو عربی نہ جاننے والے شخص کو اعادہ کرنا چاہیے اور اگر معنی جانتا ہو تو پھر تفصیل ہے، اگر اعادہ کی ضرورت ہو (مثلاً مبتدا پر بغیر خبر کے، موصوف پر بغیر صفت کے، شرط پر بغیر جزاء کے یا موصول پر بغیر صلہ کے وقف ہو جائے) تو اعادہ کرے، ورنہ ضرورت نہیں ہے۔

(۳) وقف اختیاری:

وقف اختیاری اس وقف کو کہتے ہیں جو کیفیت وقف وغیرہ کو سمجھنے سمجھانے کی غرض سے کیا جائے۔ مثلاً استاد شاگرد کو اسکان، اشمام، روم، ابدال، اثبات، حذف وغیرہ یا طول توسط قصر کی مقدار بتانے کے لیے یا اس کا امتحان لینے کے لیے کہیں پر وقف کرا دیتا ہے۔

وقف اختیاری بھی ہر کلمہ مقطوعہ کے آخر پر کیا جا سکتا ہے۔

(۴) وقف انتظاری:

وقف انتظاری اس وقف کو کہتے ہیں جو قراءات کو جمع کرنے کی غرض سے ایک جگہ بار بار یعنی ایک سے زائد بار وقف کیا جائے۔ جیسے ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ○ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ○﴾

چونکہ اس وقف میں ایک روایت کے بعد دوسری کا انتظار کیا جاتا ہے، اسی مناسبت سے اس کو وقف انتظاری کہا جاتا ہے۔ وقف انتظاری قراء سبعہ یا قراء عشرہ کے اختلافات کو ادا کرنے کے وقت کیا جاتا ہے اور یہ وقف ہر اس کلمہ مقطوعہ پر درست ہے جس میں قراءات کی وجوہ ایک سے زائد ہوں۔

علامہ جزری رحمہ اللہ کے زمانے سے پہلے اختلافات قراءات کو جمع کرنے کا طریقہ یہ تھا کہ قاری پڑھنا شروع کر دیتا، اور جب کسی ایسے کلمہ پر پہنچتا جس میں اصولی یا فرشی اختلاف ہوتا تو وہ ایک ہی سانس میں تمام اختلافات پڑھنے کے لیے اس کلمہ کو بار بار

پڑھتا، یہاں تک کہ اس کے تمام اختلافات کو پورا کر لیتا، اور اس پر وقف کر دیتا۔ اگر وہاں وقف حسن یا وقف قبیح ہوتا تو ماقبل سے اعادہ کر لیتا، ورنہ آگے سے ہی ابتداء کر لیتا تھا۔ اس وقف کو وقف انتظاری کا نام دیا گیا ہے۔ [1]

قاری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس خاص مروّج طریقہ کے مطابق قاری مجبور ہوتا تھا کہ اختلافی کلمہ پر وقف کرے، مگر یہ طریقہ متقدمین میں تھا۔ علامہ ابن جزری رحمہ اللہ کے زمانے سے متاخرین میں جمع وقفی کا طریقہ رائج ہوگیا ہے، جس میں وقف قبیح کے ارتکاب کی کوئی مجبوری نہیں رہی ہے۔'' [2]

[1] غيث النفع: ١٢.

[2] المرشد فی مسائل التجوید و الوقف: ٤٠٧.

آیات وعلامات اوقاف کا بیان

محل وقف کی پہچان، لغت عرب کی واقفیت پر منحصر ہے اور ظاہر ہے کہ ہر شخص عربی زبان اور قرآن مجید کے معانی ومطالب سے واقف نہیں ہوتا، لہٰذا عامۃ الناس کی آسانی کے لیے ماہر فن امام جعفر بن طیفور سجاوندی غزنوی رحمہ اللہ نے وقف کی پانچ قسمیں بیان کی ہیں، جو درج ذیل ہیں:

علامہ سجاوندی رحمہ اللہ کی مقرر کردہ علامات اوقاف:

۱۔ لازم:...... جو درجہ میں اقوی ہے۔

۲۔ مطلق:...... جو مرتبہ میں قوی ہے۔

۳۔ جائز:...... جو مرتبہ میں احسن یعنی عمدہ ہے۔

۴۔ مرخص:...... جو مرتبہ میں ضعیف ہے۔

۵۔ مجوز:...... جو مرتبہ میں اضعف ہے۔

انہوں نے ان پانچوں اقسام کی علامات (م، ط، ج، ص، ز) مقرر کرتے ہوئے قرآن مجید میں لگا دیں، جس سے عوام کو بہت سہولت ہوگئی ہے۔

بعض حضرات کا ان رموز کو لکھنے اور ان پر وقف کرنے کو بدعت قرار دینا درست نہیں ہے۔ پس ضرورت کے تحت آیات اور وقف کی علامات ہی پر وقف کرنا چاہیے۔ اب ہم تمام علامات اوقاف کی تفصیل بیان کرتے ہیں، جو درج ذیل ہے:

۱۔ (O)...... یہ گول دائرہ آیت پوری ہونے کی علامت ہے۔ جو دراصل ((آیة)) کی گول تاء (ة) ہے، جس نے اب گول دائرے کی شکل اختیار کر لی ہے۔ جیسا کہ پہلے بھی گزر چکا ہے کہ رؤوس آیات پر وقف کرنا مستحب عمل ہے۔ امام ابو عمرو بصری رحمہ اللہ

رؤوس آیات پر وقف کو پسند فرماتے تھے۔

ہمارے ہاں روایت حفص میں مطبوعہ مصاحف کی آیات کوفی شمار کے مطابق ہیں، جو امام عبداللہ بن حبیب السلمی الکوفی رحمہ اللہ سے منقول ہے۔ اس شمار کے مطابق آیات کی تعداد (۶۲۳۶) ہے، اور اگر سورتوں کے اوائل کی بِسْـمِ اللّٰـہ کو بھی شامل کرلیا جائے تو ان کی تعداد (۶۳۴۹) بن جاتی ہے۔

۲۔ (۵)...... یہ پانچ کا ہندسہ بھی آیت پوری ہونے کی علامت ہے، جو جمل کے حساب سے "ھاء" کا عدد ہے اور غیر کوفی شمار کی رمز اور ناظمۃ الزہر میں امام شاطبی کی اصطلاح ہے۔ یعنی کوفی شمار میں یہاں آیت نہیں ہوتی، کسی دوسرے شمار میں آیت ہوتی ہے۔ پس اس علامت پر آیت کے خیال سے وقف کیا جا سکتا ہے اور قرآن مجید میں یہ علامت چھیانوے (۹۶) مقامات پر موجود ہے۔

۳۔ (م)...... یہ وقف لازم کی علامت ہے۔ جو قرآن مجید میں بیاسی، پچاسی یا اٹھاسی مقامات پر موجود ہے۔ وقف لازم ایسی جگہ پر ہوتا ہے جہاں کلام مکمل ہو جاتی ہے، اور وصل کرنے سے سامع کو مراد الٰہی کے خلاف معنی کا وہم ہوسکتا ہے۔ یہاں وقف کرنا بہتر اور مناسب ہے، فرض اور واجب نہیں ہے۔ علامات اوقاف میں سے آیت کے بعد یہ سب سے قوی ترین علامت ہے۔ اگر اس کے قریب قریب دیگر علامات وقف بھی موجود ہوں تو میم پر ہی وقف کرنا چاہیے، کیونکہ قوی علامت کو چھوڑ کر ضعیف علامت پر وقف کرنا درست نہیں ہے۔ اس علامت پر وقف کر کے مابعد سے ابتداء کرنی چاہیے۔

وقف لازم کی مثال:

﴿وَ مَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۘ﴾ پر وقف لازم ہے۔ یہاں وصل کرنے سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ جملہ ﴿يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ﴾ لفظ ﴿بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ کی صفت ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہو جاتے ہیں کہ وہ منافقین ایسے مومن نہیں ہیں جو اللہ تعالیٰ سے دھوکہ کرتے ہوں۔ بلکہ سچے اور

مخلص مومن ہیں اور یہ معنی مرادالٰہی کے بالکل خلاف ہے۔ جبکہ ﴿بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ پر وقف کرنے سے جملہ ﴿يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ﴾ کا مستانفہ ہونا واضح ہو جاتا ہے اور معنی یہ ہو جاتے ہیں کہ وہ منافقین مومن بھی نہیں ہیں اور اللہ سے دھوکہ اور فریب بھی کرتے ہیں۔

۴۔ (ط)...... یہ وقف مطلق کی علامت ہے اور پورے قرآن مجید میں تین ہزار پانچ سو دس (۳۵۱۰) مقام پر وارد ہے۔ وقف لازم کے بعد وقف مطلق کا درجہ ہے۔ وقف مطلق ایسی جگہ ہوتا ہے، جہاں کلام تو پورا ہو جاتا ہے، لیکن وصل کرنے سے مرادالٰہی کے خلاف معنی کا وہم پیدا نہیں ہوتا۔ یہاں وقف کرنا بہتر اور مابعد سے ابتداء کرنا صحیح ہے۔ جیسے: سورۃ البقرۃ میں وَ عَلٰى سَمْعِهِمْ پر علامت (ط) ہے۔ پس اگر اس کو مابعد سے وصل کر کے پڑھا جائے جیسے ﴿وَ عَلٰى سَمْعِهِمْ وَ عَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشٰوَةٌ﴾ تو بھی معنی ومفہوم صحیح رہتا ہے اور اگر وَ عَلٰى سَمْعِهِمْ پر وقف کر دیا جائے تو تب بھی صحیح رہتا ہے۔

۵۔ (ج)...... یہ وقف جائز کی علامت ہے اور پورے قرآن مجید میں ایک ہزار پانچ سو اٹھہتر (۱۵۷۸) مقامات پر وارد ہے۔ یہ وقف ایسی جگہ ہوتا ہے جہاں وقف و وصل دونوں کے دلائل پائے جاتے ہیں، اور وقف و وصل کرنا دونوں برابر ہوتے ہیں۔ لیکن اگر وقف کر لیا جائے تو مابعد سے ابتداء کرنی چاہیے۔

وقف مطلق کے بعد وقف جائز کا درجہ ہے۔ جیسے: سورہ نمل کے تیسرے رکوع میں ﴿قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ .... اَذِلَّةً ج وَ كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ٥﴾ میں ﴿وَ كَذٰلِكَ﴾ کے جملہ میں دو احتمال ہیں:

۱۔ یہ بلقیس کا قول ہو۔ یہ وجہ تو وصل کی ہے، کیونکہ اس سے بلقیس کے دونوں جملے متصل ہیں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہو۔ یہ وقف کی وجہ ہے، کیونکہ یہاں وقف کرنے سے کلامِ الٰہی، کلام بلقیس سے جدا ہو جاتا ہے۔

فائدہ:...... ائمہ اوقاف کے نزدیک مذکورہ تینوں علامات وقف قوی ہیں، جبکہ آئندہ

آنے والی علامات ضعیف اور کمزور ہیں۔سوائے علامت قلی کے،مگر یہ علامت صرف بعض مصاحف میں موجود ہے۔

۶۔ (ز)...... یہ وقف مجوز کی علامت ہے، اور قرآن مجید میں ایک سو اکانوے (۱۹۱) مقامات پر وارد ہے۔ یہ وقف ایسے مقامات پر ہوتا ہے، جہاں وقف کرنا بھی جائز ہے اور وصل کرنا بھی جائز ہے، مگر وصل کرنا اولیٰ ہے۔ یہاں سانس کی تنگی وغیرہ جیسی اضطراری کیفیت میں وقف کرنا چاہیے۔لیکن وقف کر کے مابعد سے ابتداء کی جائے گی۔جیسے: سورہ بقرہ کے پہلے رکوع میں ﴿وَ عَلٰٓی اَبۡصَارِهِمۡ غِشَاوَةٌ ز وَ لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ۝﴾ میں غشاوة پر وقف مجوز کی علامت ہے۔

یہ دو جملے ہیں ۔ پہلا جملہ وَ عَلٰٓی اَبۡصَارِهِمۡ غِشَاوَةٌ ہے،اور دوسرا جملہ وَ لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ۝ ہے۔ پہلے جملے میں کفار کی دنیوی حالت کا بیان ہے کہ وہ ایسے اندھے ہیں جو حق کو نہیں دیکھتے، اور دوسرے جملے میں ان کی آخرت کی حالت کا تذکرہ ہے کہ ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔اور اس صورت میں کہ پہلے جملے کا نتیجہ ہوگا بلکہ مطلق کفار کی تمام بری عادات پر انہیں اس وعید سے دوچار ہونا پڑے گا۔

جبکہ وصل کی دلیل یہ ہے کہ دونوں جملے ہی اسمیہ ہیں اور دونوں میں تذکرہ بھی ایک ہی گروہ کا ہے،یعنی کافروں کی بدحالی کا تذکرہ ہے اور معنوی اتحاد وصل کی دلیل ہے اور یہ دلیل خاصی قوی ہے۔

۷۔ (ص)...... یہ وقف مرخص کی علامت ہے، جو پورے قرآن مجید میں تراسی (۸۳) مقامات پر وارد ہے۔ اس پر وقف کرنے کی رخصت ہے۔یعنی بہ حالت مجبوری اس بات کی رخصت واجازت ہے کہ یہاں وقف کر لیا جائے۔ یہ وقف ایسے دو جملوں کے درمیان ہوتا ہے، جن میں سے ہر ایک کا دوسرے کے ساتھ تعلق تو ہوتا ہے، مگر مقصد کے اظہار میں وہ ایک دوسرے کے محتاج نہیں ہوتے۔ اس علامت پر وقف کر کے مابعد سے ہی ابتداء کی جائے گی۔جیسے: سورہ بقرہ کے تیسرے رکوع میں ﴿اَلَّذِیۡ

جَعَلَ .... وَ السَّمَاءَ بِنَاءً ص وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً﴾ میں کلام ثانی، کلام اول سے مستغنی نہیں ہے، کیونکہ وَ اَنْزَلَ، جَعَلَ پر معطوف ہے اور معطوفین کا مجموعہ اَلَّذِیْ کا صلہ ہے۔لیکن اگر کلام ثانی نہ ہوتو کلام اول ہی صلہ کے لیے کافی ہے۔

فائدہ:...... مذکورہ بالا پانچ علاماتِ وقف (م ، ط ، ج ، ز ، ص) علامہ سجاوندی نے مقرر کی ہیں ۔متاخرین اہل علم نے چند مزید علامات مقرر کی ہیں جن کو اب ہم بیان کریں گے، جو آگے آ رہی ہیں۔

علماء متاخرین کی مقرر کردہ علاماتِ اوقاف:

۸۔ (ق)...... یہ قِیْلَ عَلَیْهِ الْوَقْفُ کا مخفف ہے۔اس سے مراد یہ ہے کہ بعض علماء اوقاف کے نزدیک یہاں وقف کیا جا سکتا ہے۔اس لحاظ سے یہ اُضعف علامت ہے اور اس پر وقف نہ کرنا ہی بہتر ہے۔لیکن اگر یہاں وقف کر لیا جائے تو اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ مابعد سے ابتداء کی جائے۔

۹۔ (ك)...... یہ كَذٰلِكَ کا مخفف ہے۔اس سے مراد یہ ہے کہ اس مقام (جہاں علامت ك ہو) پر وہی حکم ہے جو اس سے ماقبل کے مقام پر گزرا ہے۔(ك) وقف کی علامت کے اور وصل دونوں کی علامت کے بعد آتا ہے۔لہٰذا جس علامت کے بعد آئے، اسی کے حکم میں سمجھا جائے گا۔لیکن یہ علامت اب مصاحف میں استعمال نہیں ہورہی ۔

۱۰۔ (قِفْ)...... یہ علامت قَدْ یُوْقَفُ عَلَیْهِ (اس مقام پر وقف کیا گیا ہے) کی مخفف ہے۔اس کا حکم یہ ہے کہ اس مقام پر کبھی مجبوری ہی میں وقف کیا جاتا ہے۔لیکن عمداً یہاں وقف کرنا بہتر نہیں ہے اور اگر اس پر وقف کر لیا جائے تو ماقبل سے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ مابعد سے ابتداء کی جائے۔

نیز یاد رہے کہ یہ قِفْ بصیغہ امر (یعنی وقف کر) نہیں ہے۔

۱۱۔ (صَلْ)...... یہ قَدْ یُوْصَلُ (یہاں وصل کیا گیا ہے) کا مخفف ہے۔قَفْ کی طرح یہ بھی صیغۂ امر نہیں ہے۔اس جگہ وقف کی بجائے وصل کرنا بہتر اور قوی ہے۔

فائدہ:...... قَفْ اور صَــلْ دونوں ضعیف علامات ہیں۔ لیکن ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ قَفْ پر وقف کو ترجیح ہے، جبکہ صَــلْ پر وصل کو ترجیح ہے۔ اس اعتبار سے یہ دونوں علامات ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

۱۲۔ (صَلٰی)...... یہ اَلْـوَصْلُ اَوْلٰی کا مخفف ہے۔ اس موقع پر وصل کرنا بہتر ہے اور اگر وقف کرلیا جائے تو بھی درست ہے، لیکن وقف کے بعد ماقبل سے اعادہ کرنا ہوگا۔ بخلاف دوسری علامات کے، ان میں وقف کے بعد اعادہ کی بجائے مابعد سے ابتداء کی جاتی ہے۔

۱۳۔ (قِلا)...... یہ قِيْـلَ لَا وَقْفَ عَلَيْـهِ (کہا گیا ہے کہ اس جگہ پر وقف نہیں ہے) کا مخفف ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ بعض علماء اوقاف کے نزدیک یہاں وقف ہے اور بعض کے نزدیک وقف نہیں ہے۔ گویا یہ وقف مختلف فیہ ہے۔ اس موقع پر وصل کرنا بہتر ہے۔ جو حضرات یہاں وقف کے قائل ہیں، ان کے نزدیک یہاں وقف کر دینے کے بعد اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ مابعد سے ابتداء کی جائے گی۔

۱۴۔ (∴......∴)...... یہ قریب قریب دو جگہ تین تین نقطے وقف معانقہ (گلے لگانا، یعنی دو اوقات کا بے حد قریب ہونا جو معانقہ کی سی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔) کی علامت ہیں۔ اس کو وقف مراقبہ بھی کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید کے حاشیہ پر معانقہ کا مخفف (مع) لکھا ہوتا ہے اور درمیان آیت میں دو جگہ تین تین نقطے مرسوم ہوتے ہیں۔ اس کا حکم یہ ہے کہ نہ تو دونوں جگہ وقف کیا جائے (تاکہ تین تین نقطوں کے درمیان والا کلمہ بے ربط نہ ہو) اور نہ ہی دونوں جگہ وصل کیا جائے (تاکہ معنی بآسانی سمجھ آجائے) بلکہ دونوں میں سے یا تو پہلے پر وقف کرلیا جائے اور دوسرے پر وصل کیا جائے یا پہلے پر وصل کرلیا جائے اور دوسرے پر وقف کیا جائے۔ جیسے ﴿ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ ∴ فِيْهِ ∴ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ٥﴾

فائدہ:...... اگر کسی قاری نے اس بات کا التزام کرلیا ہو کہ سانس پوری ہونے تک کسی

علامت وقف پر وقف نہیں کرے گا، اور وہ علامت معانقہ پر بھی وصل کرے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ قراءت میں اصل وصل ہی ہے۔ لیکن جس نے یہ التزام نہ کیا ہو، اسے چاہیے کہ وہ وقف معانقہ کے بیان کردہ حکم پر عمل کرے۔ وقف معانقہ قرآن مجید میں کل ۳۴ مقامات پر درج ہیں۔ [1]

۱۵۔ (لا)...... یہ ((لَا وَقْفَ عَلَيْهِ)) اس جگہ وقف نہیں ہے یا ((لَا تَقِفْ)) تو نہ ٹھہر کا مخفف ہے۔ اس پر وقف کرنا تو صحیح ہے، لیکن بعد والے جملے سے ابتداء کرنا درست نہیں، بلکہ ماقبل سے اعادہ کرنا ضروری ہے۔ (لا) کی علامت، وقف لازم کی علامت کے مقابل میں بتائی جاتی ہے۔

فائدہ:...... اگر یہ علامت (لا) آیت پر لگی ہوئی ہو تو وہاں وقف کرنا قبیح نہیں ہے۔ بلکہ آیت ہونے کی وجہ سے وقف جائز ہے، البتہ وصل بہتر ہے۔ لیکن وقف کرنے کے بعد اعادہ نہ کرنا چاہیے۔

فائدہ:...... رؤوس آیات پر لگائی گئی یہ علامت (لا) اہل علم کے ہاں بے حد متنازعہ رہی ہے اور علماء اوقاف اس میں مختلف الخیال رہے ہیں کیونکہ بعض اہل علم کے نزدیک ہر آیت پر وقف کرنا مستحب عمل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مجمع ملک فہد سعودی عرب کے زیر اہتمام شائع ہونے والے محقق مصحف مدینہ میں آیات پر کسی قسم کی کوئی رمز نہیں استعمال کی گئی ہے۔ آیت کے اندر تو رموز اوقاف موجود ہیں مگر آیت کے اوپر کوئی علامت وقف نہیں ہے۔ [2]

بعض دیگر وقوف قرآنی:

قرآن مجید کے حاشیہ پر جو بعض دیگر وقوف کی اقسام تحریر ہوتی ہیں، ان کا مقصد یہ ہے کہ قاری کی تلاوت میں خوبصورتی پیدا ہو اور وہ غلط مواقع پر وقف کرنے سے محفوظ رہے۔ اب ہم یہاں ان اوقاف کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔

۱۔ (وقف النبی):...... یہ قرآن مجید کے حاشیے پر لکھا ہوتا ہے۔ ایسے مواقع پر وقف

[1] وقوف المبتدی: ۵۷، ۵۸.

[2] تفصیل کے لیے دیکھیں: الاهتداء فی الوقف و الابتداء: ۱۳۶ تا ۱۴۳.

کرنا مستحب ہے۔ کیونکہ درمیان آیات میں بھی نبی کریم ﷺ سے وقف کرنا ثابت ہے۔ جیسے سورہ بقرہ میں ﴿وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ﴾ پر وقف النبی ہے۔ وقف النبی قرآن مجید میں باختلاف علماء دس، گیارہ، چودہ یا سترہ مقامات پر وارد ہے۔

فائدہ:...... ممکن ہے کہ کسی کے دل میں یہ شبہ پیدا ہو کہ نبی کریم ﷺ تو ہر آیت پر وقف فرماتے تھے (جیسا کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں مذکور ہے) تو پھر ان چند مخصوص مقامات پر ہی کیوں وقف النبی لکھا گیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کا آیات پر وقف کرنا ایک عام ضابطہ ہے۔ لہٰذا ہر آیت پر وقف النبی لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ علامت آیت ہی اس بات کے لیے کافی ہے کہ یہاں نبی کریم ﷺ نے وقف فرمایا تھا۔

۲۔ (وقف جبریل یا وقف مُنَزَّل):...... علامہ سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قاری کو وقف جبریل کی تعلیم حاصل کرنی چاہیے۔ [1]

وقف جبریل سے مراد وہ مقامات ہیں، جہاں نزول قرآن کے وقت سیّدنا جبریل علیہ السلام نے وقف فرمایا اور ان کی اتباع میں نبی کریم ﷺ نے بھی وقف فرمایا تھا۔ جیسے سورہ آل عمران میں قُلْ صَدَقَ اللّٰه پر وقف جبریل ہے۔ قرآن مجید میں وقف جبریل تیرہ مقامات پر وارد ہے۔

۳۔ (وقف غفران):...... یہ وقف بھی قرآن مجید کے حاشیہ پر مرسوم ہوتا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ان مقامات پر تلاوت کرنے والا اگر کوئی دعا مانگے تو قبول ہوتی ہے یا وقف کرنے سے معنی خوب ظاہر ہو جاتے ہیں اور سامع کے دل میں خوشی و بشاشت پیدا ہوتی ہے۔ یہاں وقف کرنا وصل کرنے سے بہتر ہے۔ یہ وقف قرآن مجید میں دس مواقع پر وارد ہے۔ جیسے سورہ انعام میں ﴿إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ﴾

---

[1] منار الهدى في الوقف و الابتداء: ٨.

پر وقف غفران ہے۔

۴۔ (وقف کفران):...... یہ وقف قرآن مجید میں ان مقامات پر لکھا ہوتا ہے جہاں وقف کرنے سے معنی مراد الٰہی کے خلاف ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ یا شانِ الٰہی کے خلاف ہو جاتا ہے۔ جس جگہ وقف کفران لکھا ہو وہاں وقف کرنے کی صورت میں ماقبل سے اعادہ کرنا ضروری ہے۔

فائدہ:...... وقف کفران بعض قدیم مصاحف کے حاشیہ پر تحریر ہوتا تھا، جبکہ عصر حاضر میں چھپنے والے مصاحف میں مرسوم نہیں ہے۔ البتہ بعض کتب میں وقف کفران کے بہتر (۷۲) مواقع بیان کیے گئے ہیں۔ جیسے سورہ بقرہ کی آیت نمبر۱۰۲ میں ﴿عَلٰی مُلْكِ سُلَيْمَانَ ج وَ مَا﴾ پر وقف کر کے آگے ﴿كَفَرَ سُلَيْمَانَ....﴾ سے پڑھنا۔

علامات اوقاف سے متعلق چند متفرق احکام:

❀ سکتہ کے مواقع پر وقف کرنا جائز نہیں ہے، ہاں البتہ اگر وہاں علامت وقف یا آیت ہو تو پھر وقف کر سکتے ہیں جیسے ﴿مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ هٰذَا﴾ ﴿وَ لَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۜ ۝ قَيِّمًا﴾

❀ حروف مقطعات کے درمیان میں وقف کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر اضطراراً ہو جائے تو اعادہ ضروری ہے۔ البتہ آخری حرف پر وقف کرنا درست ہے۔ جیسے كٓهٰيٰعٓصٓ میں صاد پر وقف کرنا۔

❀ آیت پر جس قسم کی علامت لکھی ہو گی، ویسا ہی اس کا حکم ہو گا۔ مثلاً اگر ایک آیت پر (ط) ہے اور دوسری پر (ز) ہے تو (ط) والی پر وقف کرنا زیادہ بہتر ہے۔

❀ علامات وقف کی ترتیب ان کی قوت وضعف کے لحاظ سے ہے۔ سب سے قوی علامت میم ہے، اس کے بعد (ط) اور پھر (ز) ہے۔ لہٰذا قاری کو چاہیے کہ حتی الامکان قوی علامت کو چھوڑ کر ضعیف علامت پر وقف نہ کرے بلکہ ان کے مراتب کا خیال رکھے۔

❀ اگر وقف کی ضرورت ہو تو مراتب کے لحاظ سے وقف کیا جائے، اور اگر وقف کی

ضرورت نہ ہو تو بلاضرورت وقف نہ کیا جائے۔ کیونکہ اہل علم نے علامات اوقاف ضرورت کے تحت ٹھہرنے کے لیے وضع کی ہیں، اس لیے نہیں کہ ہر علامت وقف پر ٹھہرا جائے۔

❀ پڑھنے کے اعتبار سے قراءت کی تین اقسام اور وقف کی صورتیں:

(۱) ترتیل: ...... ترتیل میں ہر آیت اور علامت وقف پر ٹھہرنا بہتر ہے، تاکہ قراءت اطمینان کے ساتھ ہو اور معنی سمجھنے میں آسانی ہو۔

(۲) حدر: ...... حدر میں ہر آیت اور علامت وقف پر بلا ضرورت نہ ٹھہرنا بہتر ہے۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ کلام اللہ کی تلاوت کی جا سکے۔

(۳) تدویر: ...... تدویر میں آیات اور علامات اوقاف پر ٹھہرنے میں میانہ روی اختیار کرنا بہتر ہے۔ جس کی ایک صورت یہ ہے کہ ضعیف علامت وقف پر وصل کر لیا جائے اور قوی پر وقف کر لیا جائے تاکہ قراءت بہ حسن وجوہ ادا ہو۔

❀ قاری کو چاہیے کہ اگر کسی آیت یا علامت وقف کے وصل سے دوسری آیت یا علامت وقف تک نہ پڑھ سکتا ہو، تو ایسی حالت میں پہلی آیت یا علامتِ وقف پر ضرور وقف کر لے۔ بالخصوص جب دوسرے وقف تک سانس نہ پہنچنے سے ابہام لازم آئے۔ جیسے وَمَنۡ يَّهۡدِ اللّٰهُ فَهُوَ الۡمُهۡتَدِ کا وصل اور وَ مَنۡ يُضۡلِلۡ پر وقف۔ اسی طرح وَمَنۡ تَبِعَنِیۡ فَاِنَّهٗ مِنِّیۡ کا وصل اور وَ مَنۡ عَصَانِیۡ پر وقف جائز نہیں ہے۔

سوالات

۱۔ علامہ سجاوندی رحمہ اللہ کی مقرر کردہ علامات اوقاف کو ان کی تعریفات کے ساتھ بیان کریں؟

۲۔ گول دائرہ (O) اور پانچ کا ہندسہ (۵) کس چیز کی علامت ہے اور ان پر وقف کرنا کیسا ہے۔ نیز آیات پر نبی کریم ﷺ سے وقف کرنا ثابت ہے یا وصل؟

۳۔ کوفی شمار کے مطابق آیات قرآنیہ کی تعداد کتنی ہے، نیز یہ شمار کن سے منقول ہے؟

۴۔ م اور ط میں کیا فرق ہے، نیز ان پر وقف نہ کرنے میں کیا حرج ہے؟

۵۔ م، ط، ز، ص، ج کا کیا حکم ہے نیز ان پر وقف کرنے کے بعد ابتدا ہو گی یا اعادہ؟

۶۔ ق، ك، قف، صل، صلا، قلا، (∴......∴) کس کی علامات ہیں؟

۷۔ وقف النبی، وقف جبریل، وقف غفران اور وقف کفران کی کیا تعریف ہے؟

۸۔ کیا حروف مقطعات کے درمیان میں وقف کرنا جائز ہے؟

۹۔ کیا علامت سکتہ پر وقف جائز ہے؟

۱۰۔ وقف کفران پر وقف کرنا کیوں جائز نہیں ہے؟

وصل کا بیان

تعریف:

وصل کا لغوی معنی جوڑنا، ملانا اور جمع کرنا وغیرہ ہے۔ جبکہ اصطلاح قراء میں: ''حتی الامکان سانس اور آواز کو جاری رکھتے ہوئے پڑھنے کو وصل کہا جاتا ہے۔'' یہ وقف کی ضد ہے۔

وصل کی اقسام:

وصل کی دو اقسام ہیں:

(۱) وصل حقیقی

(۲) وصل اصطلاحی

(۱) وصل حقیقی:

ایک حرف کو دوسرے حرف کے ساتھ (جیسے فِيْهَا) ایک کلمہ کو دوسرے کلمہ کے ساتھ (جیسے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ) اور ایک جملہ کو دوسرے جملہ کے ساتھ جیسے (صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ) ملا کر پڑھنے کو وصل حقیقی کہتے ہیں۔ یہ قراءت میں اصل ہے، کیونکہ اس کے بغیر قراءت ممکن نہیں ہے۔ جب تک حروف، کلمات اور جملوں کو ایک دوسرے سے نہیں ملایا جاتا، قراءت کرنا ممکن نہیں ہے۔

(۲) وصل اصطلاحی:

ایک موقف [1] کو دوسرے موقف کے ساتھ، ایک آیت کو دوسری آیت کے ساتھ اور ایک سورت دوسری سورت کے ساتھ ملا کر پڑھنے کو وصل اصطلاحی کہتے ہیں۔ قراء کرام وصل

---

[1] وہ جگہ جہاں وقف کیا جا سکتا ہو، موقف کہلاتی ہے۔

کی اسی صورت پر بحث کرتے ہیں۔ یہ حدر میں اصل ہے، کیونکہ حدر میں جلدی ہوتی ہے اور وقف کرنے کی ضرورت کم پڑتی ہے۔ اور ترتیل و تدویر میں جائز ہے، لیکن ترتیل میں ہر موقف پر وقف کرنا، اور تدویر میں قوی موقف پر وقف کرنا بہتر ہے۔

محترم قاری محمد ادریس العاصم صاحب حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

''وصل کا تعلق حدر کے ساتھ ساتھ ترتیل اور تدویر کے ساتھ بھی بڑا گہرا ہے۔ کیونکہ جس طرح وقف کے احکام سے آگاہ ہونا ضروری ہے، اسی طرح وصل کے احکام سے آگاہ ہونا بھی ضروری ہے۔ بسا اوقات یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ لوگوں کو وقف کے احکام تو معلوم ہوتے ہیں، لیکن وصل کے احکام معلوم نہیں ہوتے۔ چنانچہ وہ ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ کو ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ سے ملاتے وقت ﴿اَلرَّحِيْمِ﴾ کی میم کو مکسور اور ﴿اَلْحَمْدُ﴾ کے ہمزہ وصلی کو حذف کرنے کی بجائے ہمزہ مفتوحہ ﴿اَلرَّحِيْمِ o اَلْحَمْدُ﴾ پڑھ دیتے ہیں۔ اسی طرح ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ کو ﴿اَللّٰهُ الصَّمَدُ﴾ سے ملاتے وقت ﴿اَحَدٌ﴾ کو تنوین سے اور لفظ ﴿اَللّٰهُ﴾ کو ہمزہ وصلی مفتوح سے ﴿اَحَدٌ o اَللّٰهُ﴾ پڑھ دیتے ہیں اور یقیناً یہ قواعد عربیہ کے صریح خلاف ہے۔'' [1]

وقف کی مانند وصل میں بھی دو چیزوں کو جاننا از حد ضروری ہے۔

۱۔ کیفیت وصل

۲۔ محل وصل

۱۔ کیفیت وصل:

کیفیت وصل کی پھر دو اقسام ہیں:

(۱) کیفیت وصل اصطلاحی

(۲) کیفیت وصل بہ نیت وقف

[1] الاهتداء: ۲۶۹، ۲۷۰.

(ا) کیفیت وصل اصطلاحی:

موصول ❶ کلمہ کے آخری حرف اور موصول بہ ❷ دوسرے کلمہ کے پہلے حرف دونوں کی حرکت اور سکون کے اعتبار سے چار اقسام ہیں:

(ا) دونوں حرف متحرک ہوں۔

(ب) دونوں حرف ساکن ہوں۔

(ج) پہلا حرف متحرک اور دوسرا ساکن ہو۔

(د) پہلا حرف ساکن اور دوسرا متحرک ہو۔

ان چار صورتوں کی تفصیل درج ذیل ہے:

(الف) وصل حرکت بالحرکت:

اگر دونوں متحرک ہوں تو اعراب اور حرکات کو خوب ظاہر کر کے پڑھنا چاہیے، کیونکہ بہ حالت وصل حرکت کا ظاہر ہونا ضروری ہے، ورنہ لحن جلی لازم آئے گا۔

جیسے: ﴿تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّ تَبَّo مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ﴾

(ب) وصل سکون بالسکون:

اگر دونوں ساکن ہوں تو ان کو ملانے کی درج ذیل چند صورتیں ہیں:

❀ اگر پہلا ساکن حرف مدہ ہو تو گر جائے گا جیسے فِي الْقَتْلٰى، أَلَّا تَعْدِلُوْا اعْدِلُوْا۔

❀ اگر پہلا ساکن من حرف جارہ کا نون، یا(الٓمّٓ) کی میم ہو تو اسے فتحہ دیا جائے گا جیسے: مِنَ اللّٰهِ، الٓمَّ اللّٰهُ۔

❀ اگر پہلا ساکن میم جمع، یا واولین فعل میں واقع ہو تو اسے ضمہ دیا جائے گا۔ جیسے عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ، وَ رَأَوُ الْعَذَابَ۔

❀ اگر پہلا ساکن مذکورہ تینوں صورتوں کے علاوہ ہو تو اسے کسرہ دیا جائے گا، برابر ہے وہ

---

❶ وہ پہلا کلمہ جسے دوسرے کے ساتھ ملایا جاتا ہے۔

❷ وہ دوسرا کلمہ جس کے ساتھ پہلے کلمے کو ملایا جاتا ہے۔

منوّن ہو یا غیر منوّن جیسے قُلِ اللّٰهُمَّ، اَحَدُ نِ اللّٰهُ الصَّمَدُ۔

نــوٹ: ...... وصل کی مذکورہ تمام صورتوں میں ہمزہ وصلی حذف ہو جائے گا، کیونکہ ہمزہ وصلی کا قاعدہ یہ ہے کہ وہ وسط کلام میں حذف ہو جاتا ہے، جبکہ ابتداء کلام میں باقی رہتا ہے۔

(ج) وصل حرکت بالسکون:

اگر پہلا متحرک اور دوسرا ساکن ہو تو پہلے کی حرکت کو دوسرے کے سکون سے ملا کر پڑھا جائے گا۔ ہمزہ وصلی یہاں بھی حذف ہو جائے گا۔ جیسے بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ، نَسۡتَعِيۡنُ اهۡدِنَا۔

فائدہ: ...... وصل سکون بالسکون اور وصل حرکت بالسکون میں چونکہ ہمزہ وصلی کا دخل ہے جو عربی جاننے پر موقوف ہے، لہٰذا اساتذہ کرام کو چاہیے کہ وہ مبتدی طلباء کو ہمزہ وصلی کی ضرور پہچان کروائیں۔ (یاد رہے کہ ہم نے مجلس التحقیق الاسلامی میں تیار کیے گئے مصحف علمی میں ہمزہ وصلی مفتوح کے اوپر، ہمزہ وصلی مکسور کے نیچے اور ہمزہ وصلی مضموم کے سامنے گول سبز دائرہ لگا کر اس کی پہچان کو آسان کر دیا ہے۔ فللّٰہ الحمد)

(د) وصل سکون بالحرکت:

اگر پہلا ساکن اور دوسرا متحرک ہو تو پہلے کے سکون اور دوسرے کی حرکت کو خوب واضح کر کے پڑھا جائے جیسے ﴿فَاِذَا فَرَغۡتَ فَانۡصَبۡ ۝ وَ اِلٰی رَبِّكَ فَارۡغَبۡ ۝﴾

(۲) کیفیت وصل بہ نیت وقف:

یعنی وصل کی حالت میں وقف کا قاعدہ جاری کر دینا اور یہ وصل روایت حفص میں ہائے سکتہ والے صرف سات کلمات (لَمۡ يَتَسَنَّهۡ، فَبِهُدٰىهُمُ اقۡتَدِهۡ، كِتَابِيَهۡ، سُلۡطَانِيَهۡ، مَالِيَهۡ، مَاهِيَهۡ، حِسَابِيَهۡ) میں ہوتا ہے۔ ان کلمات کے آخر میں جو ہاء ہے، اس کو ہائے سکتہ کہتے ہیں، یہ وقف کے ساتھ مخصوص ہوتی ہے۔ لیکن امام حفص رحمہ اللہ ان سات کلمات میں وصلاً بھی وقف کی نیت سے پڑھتے ہیں۔

یہ وصل انہی کلمات کے ساتھ خاص ہے، لہٰذا ان کلمات کے علاوہ نہ تو کہیں ہائے سکتہ

زیادہ کرنی چاہیے اور نہ ہی کسی جگہ وصل بہ نیت وقف کرنا چاہیے۔

ان کلمات سبعہ کے وصل میں (عِـوَجًـا س) کی مانند سکتہ ثابت نہیں ہے۔ یہاں سے سکتہ اور وصل بہ نیت وقف دونوں کا فرق بھی معلوم ہو گیا، کیونکہ وصل بہ نیت وقف میں آواز بالکل بند نہیں ہوتی، جبکہ سکتہ میں آواز بند ہو جاتی ہے، (اور سانس جاری رہتا ہے)۔

فائدہ:...... روایت حفص کے علاوہ بعض دیگر روایات میں مزید کچھ کلمات پائے جاتے ہیں جہاں قراء کرام وصل بہ نیت وقف کرتے ہیں جیسے امام ابوجعفر رحمہ اللہ ﴿رِدْاً يُّصَدِّقُنِيٓ﴾ (القصص : ٣٤) میں نقل حرکت کے ساتھ تنوین کو الف سے بدل کر یعنی ﴿رِدَا يُصَدِّقُنِيٓ﴾ پڑھتے ہیں۔

اسی طرح امام ابوجعفر رحمہ اللہ لفظ ﴿وَلَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ﴾ اور ﴿لَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ﴾ کو لَا تُضَارْ اور لَا يُضَارْ بسکون راء پڑھتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ

۲۔ محل وصل:

ہر وہ جگہ جہاں وقف کرنے سے ابہام لازم آئے یا اس کا مابعد سے لفظی تعلق پایا جاتا ہو، وہاں وصل کرنا ضروری ہے۔ پس جہاں وقف قبیح یا علامت وصل بلا آیت ہو، وہاں وصل کرنا لازمی ہے۔ چونکہ یہ امور قرآن مجید کے معانی جاننے پر موقوف ہیں، لہٰذا غیر عربی دان حضرات کے لیے ضروری ہے کہ وہ جہاں آیت یا وقف کی علامت نہ ہو، یا وصل کی علامت ہو، وہاں وصل ہی کریں۔ ہمارے ہاں پاکستانی مصاحف میں تو علامت وصل "صلے" کا زیادہ اہتمام نہیں ہے، مگر سعودی مصاحف میں غلط معانی کے تدارک کے لیے جگہ جگہ علامت وصل "صلے" لگائی گئی ہے۔ صلے کا مطلب ہے: "الوصل اولی"

ایسے ہی پاکستانی اور سعودی مصاحف میں لا کی علامت بھی وصل کے لیے استعمال ہوتی ہے، مگر پاکستانی مصاحف میں اس سے یہ مطلب لیا جاتا ہے کہ اگر اس پر وقف کرو تو ماقبل سے اعادہ کرو، جبکہ سعودی مصاحف میں اس سے مراد "لا وقف عليه" اس جگہ پر وقف نہیں ہے۔ [1]

[1] الاهتداء: ٢٧٥.

سوالات

۱۔ وصل کی تعریف اور اقسام بیان کریں؟

۲۔ کیفیت وصل کی صورتیں اور ان کی تعریف لکھیں۔

۳۔ وصل سکون بالسکون کی تمام صورتیں لکھیں؟

۴۔ کیفیت وصل اصطلاحی کی چاروں صورتیں تفصیل سے لکھیں؟

۵۔ نَسۡتَعِيۡنُ o اهۡدِنَا، الرَّحِيۡمُ o الۡحَمۡدُ میں وصلا ہمزہ وصلی باقی رہے گا یا حذف ہو جائے گا؟

۶۔ ہائے سکتہ والے کلمات پر وصل بہ نیت وقف کرنے کا کیا مطلب ہے اور یہ کتنی جگہ آیا ہے؟

ابتداء کا بیان

چونکہ ہر وقف کے بعد ابتداء یا اعادہ کرنا ضروری ہے، لہٰذا اب ابتداء اور اعادہ کے احکام بیان کیے جائیں گے۔

تعریف:

ابتداء کا لغوی معنی ''آغاز کرنا'' اور ''شروع کرنا'' ہے، جبکہ اصطلاح قراء میں اس سے مراد ''ایسے مواقع سے ابتداء کرنا ہے جہاں معانی میں خلل واقع نہ ہوتا ہو۔''

ابتداء کی صورتیں:

ابتداء کی چار صورتیں ہیں:

(۱) ابتدائے حقیقی

(۲) ابتدائے تقدیری

(۳) ابتدائے حکمی

(۴) ابتدائے اصطلاحی

(۱) ابتدائے حقیقی:

اگر تلاوتِ قرآن مجید کی ابتداء ہو تو یہ ''ابتدائے حقیقی'' کہلاتی ہے۔ ابتدائے حقیقی میں استعاذہ ضروری ہے اور اگر سورت کا شروع ہو تو بسملہ ضروری ہے، سوائے سورہ توبہ کے، لیکن درمیان سورہ سے ابتدا کرتے وقت بسملہ میں اختیار ہے۔

فائدہ:...... قطع کے بعد اگر ابتدا کی گئی ہو تو یہ بھی ''ابتدائے حقیقی'' کہلاتی ہے۔

(۲) ابتدائے تقدیری:

ایک سورت کو ختم کر کے دوسری سورت شروع کی جائے یا اسی (پڑھی گئی) سورت کو دوبارہ

شروع کیا جائے تو یہ ''ابتدائے تقدیری'' کہلاتی ہے۔ابتدائے تقدیری میں بسملہ ضروری ہے۔

سورۂ توبہ کا آغاز بھی اس میں آئے گا، چنانچہ اگر سورت انفال ختم کر کے سورت توبہ شروع کی جائے تو بدون بسملہ وصل، وقف اور سکتہ تین وجوہ جائز ہیں۔

(۳) ابتدائے حکمی:

مکمل قرآن مجید ختم کر کے ﴿مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ﴾ کے بعد سورہ فاتحہ سے دوبارہ شروع کر دیا جائے تو ''ابتدائے حکمی'' کہلاتی ہے۔ابتدائے حکمی میں بھی بسملہ ضروری ہے۔ جیسے:

﴿مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ٥ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ٥ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ٥﴾

(۴) ابتدائے اصطلاحی:

موقوف علیہ کلمہ پر وقف کرنے کے بعد آگے سے شروع کرنے کو ''ابتدائے اصطلاحی'' کہتے ہیں۔ (بشرطیکہ موقوف علیہ کے بعد کوئی سورت شروع نہ ہوتی ہو، ورنہ ابتدائے حکمی یا ابتدائے تقدیری بن جائے گی) ابتدائے اصطلاحی میں نہ استعاذہ پڑھا جائے گا نہ بسملہ۔

علماء وقف اسی آخری قسم پر بحث کرتے ہیں: جس کی معرفت کے لیے درج ذیل دو چیزوں کو جاننا ازحد ضروری ہے۔

(۱) کیفیت ابتداء

(۲) محل ابتداء

ا۔ کیفیت ابتداء:

یعنی وقف کرنے کے بعد آگے کس طرح ابتداء کرنی ہے اور یاد رہے کہ ابتداء ہمیشہ حرکت کے ساتھ ہوتی ہے۔ کیفیت ابتداء کی درج ذیل دو صورتیں ہیں:

(۱) جس کلمہ سے ابتداء کی جا رہی ہو، اگر اس کا پہلا حرف متحرک ہو تو اسی حرکت سے ابتداء کی جائے گی جیسے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔

(۲) اگر اس کا پہلا حرف ہمزہ وصلی ہو تو ہمزہ وصلی کو قاعدے کے موافق حرکت دے کر ابتدا کی جائے گی۔ ہمزہ وصلی کو حرکت دینے کی صورتیں درج ذیل ہیں:

الف:...... اسماء کے شروع میں آنے والا لام تعریف کا ہمزہ وصلی مفتوح ہوگا۔ جیسے: اَلْحَمْدُ، اَلرَّحْمٰن، اَلَّذِيْ۔

ب:...... سات اسماء کے شروع میں ہمزہ وصلی مکسور ہوگا۔ جیسے: اِسْمٌ، اِبْنٌ، اِبْنَةٌ، اِمْرُءٌ، اِمْرَءَةٌ، اِثْنَا، اِثْنَتَا۔

ج:...... افعال کے شروع میں آنے والے ہمزہ وصلی کو حرکت دینے کے لیے اس فعل کے تیسرے حرف کو دیکھا جائے گا۔ اگر تیسرا حرف مکسور یا مفتوح ہو تو ہمزہ وصلی کو کسرہ دیا جائے گا۔ جیسے: اِضْرِبْ، اِفْتَحْ اور اگر تیسرا حرف مضموم ہو تو ہمزہ وصلی کو ضمہ دیا جائے گا جیسے: اُنْصُرُوْا، اُقْتُلُوْا۔

د:...... پانچ افعال ایسے ہیں، جن کے تیسرے حرف پر ضمہ ہونے کے باوجود ان کے ہمزہ وصلی کو کسرہ دیا جائے گا۔ اِمْشُوْا، اِيْتُوْا، اِقْضُوْا، اِبْنُوْا، اِتَّقُوْا

۲۔ محل ابتداء:

جن مواقع سے ابتداء کی جاسکتی ہے انھیں محل ابتداء کہتے ہیں، ہر وقف تام، وقف کافی، علاماتِ وقف اور آیات کے بعد ابتداء کے مواقع ہیں۔ وقف کی مانند ابتداء کی بھی چار اقسام ہیں:

(۱) ابتدائے تام

(۲) ابتدائے کافی

(۳،۴) ابتدائے حسن اور ابتدائے قبیح

(۱) ابتدائے تام:

وقف تام کے بعد ابتدا بھی تام ہوگی۔ مثلاً:

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ پر وقف تام ہے، آگے اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سے ابتداء تام ہے، جس کا ماقبل سے لفظاً و معناً کوئی تعلق نہیں ہے۔

(۲) ابتدائے کافی:

وقف کافی کے بعد ابتداء، ابتدائے کافی ہوگی مثلاً وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ پر وقف کافی ہے اور آگے وَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ سے ابتدائے کافی ہے، جس کا ماقبل سے معنوی تعلق تو ہے مگر لفظی نہیں ہے۔

(۳،۴) ابتدائے حسن اور ابتدائے قبیح:

وقف حسن اور وقف قبیح میں ضروری نہیں ہے کہ وہاں ابتداء بھی حسن اور قبیح ہی ہو۔ کبھی وقف حسن ہوتا ہے اور اس سے ابتداء قبیح ہوتی ہے۔ جیسے: يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَ اِيَّاكُمْ پر وقف حسن ہے کیونکہ کلام پوری ہوگئی ہے۔ مگر وَ اِيَّاكُمْ سے ابتداء قبیح ہے، کیونکہ اس سے معنی بگڑ جائیں گے: وَ اِيَّاكُمْ أَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ کا ترجمہ ہوگا: ''خبردار اللہ پر ایمان لانے سے بچو۔'' نَعُوْذُ بِاللّٰهِ.

کبھی وقف تو قبیح ہوتا ہے مگر اس سے ابتدا کرنا حسن ہوتا ہے۔ جیسے مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا هٰذَا پر وقف قبیح ہے کیونکہ هذا کا تعلق مرقدنا سے نہیں بلکہ آگے مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ سے ہے۔ هٰذَا مبتدا ہے اور مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ اس کی خبر ہے۔ لیکن هٰذَا سے ابتداء، تام یا کافی ہے۔ هذا سے جملہ مستانفہ شروع ہے، جس میں کفار کے قول کا ردّ ہے۔

سوالات

١۔ ابتداء کی لغوی و اصطلاحی تعریف کریں؟

٢۔ ابتداء کی کتنی اقسام ہیں؟

٣۔ ابتدائے حقیقی، ابتدائے تقدیری اور ابتدائے حکمی کی تعریف کریں؟

٤۔ ابتدائے حقیقی اور ابتدائے اصطلاحی میں بسملہ پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

٥۔ ابتداء میں کن دو باتوں کو جاننا ضروری ہے؟

٦۔ کیفیت ابتداء کی کیا صورت ہے؟

٧۔ محل ابتداء کی صورتیں بیان کریں؟

٨۔ ہمزہ وصلی کو حرکت دینے کے قواعد لکھیں۔

٩۔ الحمد کے ہمزہ کو فتحہ اور اقتلوا کے ہمزہ کو ضمہ اور اتخذوہ کے ہمزہ کو کسرہ کیوں دیا گیا ہے؟

١٠۔ ہمزہ وصلی کے قاعدے سے مستثنیٰ کلمات لکھیں؟

اعادہ کا بیان

تعریف

اعادہ کا لغوی معنی لوٹانا یا دہرانا ہے، جبکہ اصطلاح قراء میں اس سے مراد یہ ہے کہ ''وقف کرنے کے بعد کلمہ موقوفہ [1] یا اس کے ماقبل سے لوٹا کر پڑھنا۔''

اعادہ کلام کو جوڑنے اور معانی کو واضح کرنے کے لیے کیا جاتا ہے۔ ابتداء اور اعادہ میں صرف لوٹانے اور آگے سے پڑھنے کا فرق ہے۔

اعادہ میں بھی کیفیت اور محل کو جاننا ازحد ضروری ہے۔

ا۔ کیفیت اعادہ

اعادہ کی کیفیت ابتداء کی مانند ہے۔ یعنی جس طرح ابتداء کی جاتی ہے اس طرح اعادہ کیا جاتا ہے اور اس میں بھی اعادہ بالحرکت اصل ہے اور اگر پہلا حرف ساکن ہو تو اس کے شروع میں ہمزہ وصلی لا کر پڑھنے کی تمام صورتیں ابتداء والی ہیں۔

۲۔ محل اعادہ

محل اعادہ کو جاننے کے لیے عربی جاننا ضروری ہے۔ چنانچہ اگر فاعل پر وقف کیا ہو تو فعل سے، مضاف الیہ پر وقف کیا ہو تو مضاف سے، مجرور پر وقف کیا ہو تو حرف جار سے صفت پر وقف کیا ہو تو موصوف سے اعادہ کرے۔

فائدہ:...... بعض دفعہ بے محل اعادہ سے غلط معنی کا وہم پیدا ہوتا ہے۔ جیسے قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ پر وقف کر کے اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ سے اعادہ کرنا قبیح ہوگا، ایسے ہی وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ وَ النَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ پر وقف کر کے نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ سے اعادہ کرنا قبیح ہے۔ اس سے احتراز کرنا چاہیے۔ بلاضرورت اعادہ کی بجائے ابتداء بہتر ہے۔

فائدہ:...... بعض لوگ قراءت کے درمیان کہیں کہیں سکتہ کر کے اعادہ کرتے ہیں جیسے (لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا).... سکتہ .... (اِلَّا وُسْعَهَا) اس قسم کا سکتہ اور اعادہ جائز نہیں ہے۔

[1] وہ کلمہ جس پر وقف کیا جاتا ہے۔

سوالات

۱۔ اعادہ کی تعریف کرتے ہوئے اس کا فائدہ بیان کریں؟

۲۔ ابتداء اور اعادہ میں کیا فرق ہے؟

۳۔ اعادہ میں کتنی باتوں کو جاننا ضروری ہے؟

۴۔ اعادہ کی کیفیت ابتداء کی مانند ہے، کا مطلب واضح کریں۔

۵۔ اعادہ کہاں سے کرنا چاہیے، بالفاظ دیگر محل اعادہ کیا ہے؟

سکتہ کا بیان

تعریف

سکتہ کا لغوی معنی خاموش ہونا اور ٹھہر جانا وغیرہ ہے۔ اصطلاح قراء میں سکتہ سے مراد دورانِ تلاوت سانس جاری رکھتے ہوئے صرف آواز کو بند کر کے تھوڑی دیر ٹھہرنا ہے۔

سکتہ کی اقسام

سکتہ کی دو اقسام ہیں:

(۱) سکتہ لفظی

(۲) سکتہ معنوی

(۱) سکتہ لفظی

یہ سکتہ ہمزہ کو تحقیق کے ساتھ پڑھنے کے لیے کیا جاتا ہے۔ روایت حفص میں بہ طریق شاطبیہ سکتہ لفظی ثابت نہیں ہے، البتہ بہ طریق طیبہ منقول ہے۔ اگر ہمزہ سے پہلے حرفِ صحیح ساکن آ جائے تو امام حفص بہ طریقِ طیبہ اس حرف ساکن پر سکتہ کرتے ہیں تاکہ ہمزہ خوب تحقیق سے ادا ہو جیسے مَنْ اٰمَنَ، قَدْ أَفْلَحَ۔

(۲) سکتہ معنوی

یہ سکتہ دو کلموں کے درمیان معنوی انفصال کو ظاہر کرنے کے لیے کیا جاتا ہے۔ روایت حفص میں سکتہ معنوی چار مقامات پر وارد ہے:

۱ .... ﴿مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ هٰذَا﴾ (یس : ۵۲)

۲ .... ﴿عِوَجًا ۜ ۝ قَيِّمًا﴾ (الکهف : ۱)

۳ .... ﴿وَ قِيْلَ مَنْ ۜ رَاقٍ﴾ (القيامة : ۲۷)

۴ .... ﴿كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ﴾ (المطففين : ١٤)

برصغیر پاک و ہند کے مطبوعہ مصاحف میں چار جگہ مزید سکتہ لکھا ہوا ہے، جو روایتاً امام حفص سے ثابت نہیں ہے، لہٰذا ان مقامات پر سکتہ کرنے سے احتراز کرنا چاہیے۔ وہ چاروں مقامات درج ذیل ہیں:

۱ .... ﴿ظَلَمْنَا ۜ اَنْفُسَنَا﴾ (الاعراف : ٢٣)

۲ .... ﴿اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا ۜ مَا بِأَنْفُسِهِمْ﴾ (الاعراف : ١٨٤)

۳ .... ﴿أَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۜ وَ اسْتَغْفِرِيْ﴾ (يوسف : ٢٢)

۴ .... ﴿حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَاءُ ۜ وَ اَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ﴾ (القصص : ٢٣)

فائدہ :......بعض لوگ سورہ فاتحہ میں سات جگہ یعنی (۱) اَلْحَمْدُ کی دال پر (۲) لِلّٰهِ کی ہاء پر (۳) مٰلِكِ (۴) إِيَّـاكَ (۵) وَ إِيَّـاكَ، ان تینوں کلمات کے کاف پر (۶) اَنْعَمْتَ کی تاء پر اور (۷) غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ کی باء پر سکتہ کرتے ہیں، اور اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اگر ان پر سکتہ نہیں کریں گے تو یہ اپنے بعد والے حروف سے مل کر شیطان کے نام بن جائیں گے اور وہ نام یہ ہیں: (۱) دُلِلْ (۲) هِرَبْ (۳) كِيَوْ (۴) كَنَعْ (۵) كَنَسَ (۶) تَعَلَىْ (۷) بِعَلَىْ۔ یہ بالکل غلط اور من گھڑت بات ہے، جس کا نقل سے کوئی ثبوت نہیں ہے۔

فائدہ :......اس طرح بعض لوگ سورت تکاثر وغیرہ میں لفظ كَلّا پر سکتہ کرتے ہیں، جو روایت کے اعتبار سے صحیح نہیں ہے۔

دیگر احکام کی مانند سکتہ میں بھی دو چیزوں کو جاننا از حد ضروری ہے، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) کیفیت سکتہ

(۲) محل سکتہ

(۱) کیفیت سکتہ

سکتہ کی کیفیت وقف کی کیفیت کی مانند ہے۔ (یعنی جو باتیں وقف کے صحیح ہونے کے

لیے ضروری ہیں، وہی سکتہ کے لیے بھی ضروری ہیں) کیونکہ سکتہ بھی وقف ہی کی ایک قسم ہے۔ چنانچہ سکتہ کرتے وقت متحرک حرف کو ساکن کر دیا جائے گا، دو زبر کو الف سے اور گول ۃ کو ہاء سے بدل دیا جائے گا، جبکہ زیر اور پیش کی تنوین کو حذف کر دیا جائے گا۔

(۲) محل سکتہ

محل سکتہ کے متعلق تفصیل یہ ہے (جیسا کہ پہلے بھی گزر چکا ہے) کہ امام حفص رحمہ اللہ کے لیے بہ طریق شاطبیہ چار مقامات پر سکتہ کرنا ثابت ہے۔ لہٰذا ان مقامات پر سکتہ کرنا واجب ہے۔ جبکہ ان ثابت شدہ مقامات کے علاوہ سکتہ کرنا ناجائز ہے۔

سکتہ کا دورانیہ

سکتہ کا دورانیہ وقف سے کم ہوتا ہے، مگر اتنا بھی کم نہ ہو کہ سامع کو علم ہی نہ ہو سکے۔ اس طرح سکتہ کرتے وقت اگر وقف سے زیادہ تاخیر ہوگئی تو ایسا سکتہ کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس کی ادا نقل پر موقوف ہے۔ اسی وجہ سے وقفہ کو سکتہ کہنا درست نہیں ہے۔ سکتہ کا صحیح طریقہ استاد سے مشافہۃً سیکھا جائے۔

فائدہ:......سکتہ کرتے وقت ہمزہ یا ھاء کی آواز ظاہر نہیں ہونی چاہیے، ورنہ ایک حرف کی زیادتی لازم آئے گی، سکتہ کرتے وقت اکثر لوگ یہ غلطی کرتے ہیں۔ کیونکہ سکتہ کرتے وقت سانس روکنا پڑتی ہے اور سانس روکنے سے جھٹکا لگ جاتا ہے جو ہمزہ کی صفت ہے۔

فائدہ:......جن سات کلمات کے آخر میں ہائے سکتہ ہے ان میں سے (۱) كِتَابِيَهْ، (۲) حِسَابِيَهْ، (۳) مَالِيَهْ، (۴) سُلْطَانِيَهْ اور (۵) مَاهِيَهْ، پانچ کلمات پر آیت ہونے کی وجہ سے سکتہ کرنا جائز ہے۔ جبکہ باقی (۶) لَمْ يَتَسَنَّهْ، فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ، پر سکتہ کرنا جائز نہیں ہے۔

سوالات

۱۔ سکتہ کی لغوی و اصطلاحی تعریف کریں؟

۲۔ سکتہ کی اقسام بیان کریں؟

۳۔ سکتہ لفظی اور سکتہ معنوی روایت حفص میں کتنے مقامات پر پایا جاتا ہے؟

۴۔ سکتہ وقف کی مانند ہے، اس کا کیا مطلب ہے؟

۵۔ کیفیت سکتہ اور محل سکتہ کی وضاحت فرمائیں؟

۶۔ سکتہ کا دورانیہ کتنا ہونا چاہیے؟

سکوت کا بیان

سکوت کی تعریف

وقف کرنے کے بعد تلاوت کے متعلق ہی کسی ضرورت سے، ابتدا کرنے میں تاخیر ہو جائے تو اسے سکوت کہتے ہیں۔ مثلاً قاری وقف کرنے کے بعد تجوید وقراءت کا کوئی مسئلہ سمجھنے یا سمجھانے لگے، یا قرآن مجید کی کوئی آیت سوچنے لگے یا کسی آیت کی تفسیر بیان کرنے لگے (بشرطیکہ وعظ مقصود نہ ہو) اس کو وقف بالسکوت بھی کہتے ہیں۔

سکوت میں بھی دو چیزوں کو جاننا ضروری ہے:

(۱) کیفیت سکوت

(۲) محل سکوت

سکوت کی کیفیت بھی وقف کی کیفیت کی مانند ہے (کیونکہ سکوت بھی وقف ہی کی ایک قسم ہے) اور سکوت کا اصل محل آیت ہے، دیگر علاماتِ وقف پر سکوت جائز تو ہے مگر بہتر نہیں، اور درمیان آیت جہاں کوئی علامت وقف نہ ہو، سکوت جائز نہیں۔

فائدہ:......سکوت میں اگر چہ وقف کی نسبت زیادہ دیر ہوتی ہے، لیکن یہ تاخیر وقف ہی کے حکم میں ہے، لہٰذا سکوت کے بعد جب پڑھنا شروع کیا جائے تو استعاذہ نہیں کرنا چاہیے۔

فائدہ:......سکوت کے وقفہ اور تاخیر کی اگر چہ کوئی حد نہیں ہے، (بشرطیکہ ذہن منتشر نہ ہو) پھر بھی زیادہ دیر تک سکوت مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ سکوت اور وقف سے قراءت افضل ہے۔

فائدہ:......سکوت میں بھی وقف کی مانند قراءت کا ارادہ اور ابتدا ضروری ہے، اگر سکوت کے بعد قراءت کی ابتداء نہ کی گئی یا ذہن کسی دوسری طرف منتقل ہو گیا یا قراءت کا ارادہ ہی ختم ہو گیا تو سکوت نہ ہوگا، لہٰذا اس کے بعد ابتدا کرتے وقت استعاذہ کرنا ضروری ہے۔

فائدہ:...... وقت گزرنے یا جگہ بدلنے سے سکوت کا حکم ساقط نہ ہوگا، بشرطیکہ ذہن دوسری طرف منتقل نہ ہو، مثلاً: پڑھتے پڑھتے دیر تک کھانسی آتی رہے، یا بھولنے پر قرآن مجید دیکھنے کے لیے دوسری جگہ جانے کی ضرورت پڑے تو کوئی حرج نہیں، یہ بھی سکوت کے حکم میں ہی ہے۔

فائدہ:...... بلاوجہ سکوت اختیار کرنا درست نہیں ہے، لہٰذا ایسے سکوت سے احتراز کرنا چاہیے تاکہ قراءت فوت نہ ہو۔

تنبیہ:...... تلاوت کرتے وقت کوئی دوسری مصروفیت نہیں ہونی چاہیے، کیونکہ یہ تلاوت قرآن مجید کے ادب کے خلاف ہے۔ لہٰذا سکوت کی حالت میں خورد ونوش مناسب نہیں ہے، اور اگر اس سے قراءت میں خلل آئے تو ناجائز ہے۔

سوالات

۱۔ سکوت کی تعریف لکھیں؟
۲۔ سکوت میں کن دو چیزوں کو جاننا ضروری ہے؟
۳۔ سکوت کے بعد استعاذہ کرنا چاہیے یا نہیں؟
۴۔ سکوت کا دورانیہ کتنا ہونا چاہیے؟
۵۔ بلاوجہ سکوت کا کیا حکم ہے؟

قطع کا بیان

قطع کی تعریف

قطع کا لغوی معنی کاٹنا، جدا کرنا اور خاموش کر دینا ہے جبکہ اصطلاح قراء میں قطع سے مراد یہ ہے کہ ''قراءت ختم کرنے کی نیت سے ٹھہر جانا، اور آگے قراءت نہ کرنا۔''

قطع کی اقسام

قطع قراءت کی دو اقسام ہیں:

(۱) قطع حقیقی

(۲) قطع اتفاقی

(۱) قطع حقیقی

تلاوت کرتے ہوئے جب قاری اپنی تلاوت موقوف کر دے اور اس کا مقصود تلاوت کو موقوف کرنا ہی ہو تو قطع حقیقی ہے۔

(۲) قطع اتفاقی

تلاوت کرتے ہوئے جب قاری کسی مجبوری یا مانع کی وجہ سے تلاوت موقوف کر دے تو قطع اتفاقی ہے۔

قطع کا حکم:

قطع قراءت خواہ حقیقی ہو یا اتفاقی، وہ حکم میں وقف کی مانند ہے۔لہٰذا قطع پر وقف کے احکام جاری ہوں گے اور مقطع [1] پر وقف کرتے ہوئے وہی احکام جاری ہوں گے جو کلمہ موقوف علیہ پر جاری ہوتے ہیں۔

---

[1] وہ لفظ جس سے قراءت کو ختم کیا جائے۔

وقف، قطع اور سکتہ میں فرق

متقدمین اہل علم کے نزدیک یہ تینوں اصطلاحات ہم معنی تھیں اور عمومی طور پر اس سے مراد وقف ہی ہوتا تھا اور وقف کے علاوہ اگر کچھ مراد ہوتا بھی تھا تو کسی قید کے ساتھ مقید کر کے بولا جاتا تھا۔مگر متاخرین اہل علم نے ان تینوں اصطلاحات کو الگ الگ بیان کیا ہے، جن کی تعریفات سابقہ صفحات میں گزر چکی ہیں۔

قطع کے متفرق احکام:

۱۔ وقف کرنے کے بعد اگر چہ پڑھنے کا ارادہ نہ ہو، مگر قراءت جاری رکھی جائے تو قطع نہ ہوگا۔

۲۔ اسی طرح اگر وقف کرنے کے بعد مزید تلاوت کا ارادہ تھا، مگر پڑھنا بند کر دیا تو اسے قطع کہیں گے۔

۳۔ سکوت میں اگر چہ پڑھنے کا ارادہ منقطع نہیں ہوتا، لیکن اگر کسی وجہ سے قطع لازم آئے تو ابتدا کرتے وقت استعاذہ کرنا چاہیے، جیسے کسی کے سلام کا جواب دیا گیا ہو۔

۴۔ جس طرح وقف کے لیے کسی موقف کا ہونا ضروری ہے، اسی طرح قطع کے لیے کسی مقطع کا ہونا ضروری ہے۔لہٰذا معلوم ہونا چاہیے کہ (ع)، مقطع کی علامت ہے، جس کو عوام اس پر رکعت کرنے کی وجہ سے رکوع کہنے لگے ہیں۔ حالانکہ خود رکعت وغیرہ کی ضرورت سے بھی کسی نہ کسی مقطع کی حاجت ہوتی ہے، چنانچہ عموماً علامت مقطع (ع) پر رکعت کی جاتی ہے۔اس اعتبار سے اس کو رکوع بھی کہہ سکتے ہیں۔

۵۔ قطع ختم قراءت کو کہتے ہیں، لہٰذا ختم قراءت کسی جزء کامل پر ہونا چاہیے۔خواہ وہ منزل ہو، سورت ہو، پارہ ہو، نصف پارہ ہو، ربع پارہ ہو یا رکوع ہو۔ان پر قطع بہتر ہے، جبکہ ختم قراءت مقصود ہو۔

۶۔ قطع کے لیے اصل محل دو ہیں، جن کی پابندی بآسانی ممکن ہے۔ اول رکوع، دوسرے آیات، لیکن جن آیات پر علامات وصل ہو اس پر قطع نہ کیا جائے تو بہتر ہے، نیز درمیان آیت اور علامات وقف پر قطع ہرگز نہیں کرنا چاہیے۔

سوالات

۱۔ قطع کس کو کہتے ہیں اور اس کی کتنی اقسام ہیں؟
۲۔ قطع کا کیا حکم ہے؟
۳۔ وقف، سکتہ اور قطع میں کیا فرق ہے؟
۴۔ قطع کی علامت کون سی ہے؟
۵۔ قطع کے اصل محل کون سے ہیں؟

خاتمہ:

اختلاف قراءات کی تبدیلی سے وقوف میں تبدیلی

یہ بات واضح ہے کہ مختلف قراءات میں جملوں کی ترکیب بھی مختلف ہوتی ہے اور ان کے معانی بھی تبدیل ہو جاتے ہیں، چنانچہ جملوں اور معانی کی تبدیلی سے علامات اوقاف اور ان کے محل میں بھی تبدیلی واقع ہو جاتی ہے۔ذیل میں ہم نے قاری رحیم بخش پانی پتی رحمہ اللہ کی کتاب " ھدایات الرحیم" سے سورتوں کی ترتیب کے ساتھ ان مقامات کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے، جہاں قراءات کی تبدیلی سے علامات اوقاف یا ان کے محل تبدیل ہو جاتے ہیں۔

اصطلاحات

قاری رحیم بخش پانی پتی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں جو اصطلاحات استعمال کی ہیں، اُن کی تفصیل درج ذیل ہے:

❀ **مدني**: (نافع رحمہ اللہ وابوجعفر رحمہ اللہ)

❀ **حبر**: (ابن کثیر رحمہ اللہ وابوعمرو رحمہ اللہ)

❀ **ثوي**: (ابوجعفر رحمہ اللہ ویعقوب رحمہ اللہ)

❀ **شفا**: (حمزہ رحمہ اللہ وکسائی رحمہ اللہ اور دسویں قاری امام خلف رحمہ اللہ)

❀ **حرمي**: (نافع رحمہ اللہ ابوجعفر رحمہ اللہ)

❀ **بصري**: (ابوعمرو رحمہ اللہ ویعقوب رحمہ اللہ)

❀ **سما**: (نافع رحمہ اللہ، حبر رحمہ اللہ اور ثوی پانچ امام)

❀ **حق**: (حبر رحمہ اللہ ویعقوب رحمہ اللہ)

❀ **عم**: (مدنی رحمہ اللہ وشامی رحمہ اللہ)

❀ **صحبه**: (شعبہ رحمہ اللہ اور شفا رحمہ اللہ)

❀ **روي**: (کسائی رحمہ اللہ امام خلف رحمہ اللہ)

❀ **ابنان**: (ابن کثیر رحمہ اللہ وابن عامر رحمہ اللہ)

❀ **كوفي** اور **كفي**: (عاصم اور شفا رحمہ اللہ)

❀ **صحب**: (حفص رحمہ اللہ وشفا رحمہ اللہ)

❀ **اخوين**: (حمزہ رحمہ اللہ اور کسائی رحمہ اللہ)

❀ **عراقي**: (کوفی رحمہ اللہ اور بصری رحمہ اللہ)

❀ **شامي**: (دمشقی رحمہ اللہ اور حمصی رحمہ اللہ)

سورة البقرة

❁ ﴿بَشِيـرًا وَّ نَـذِيـرًا﴾ پر نافع ؒ اور یعقوب ؒ کے لیے وقف مطلق ہے۔ کیونکہ ان کے لیے ﴿وَلَا تَسْـــئَــلُ﴾ ہے اور یہ جملہ مستانفہ ہے اور باقین کے لیے (لا) ہے۔ اس لیے کہ ﴿بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا﴾ کی طرح عطف کے سبب جملہ ﴿وَلَا تُسْئَلُ﴾ بھی ﴿اَرْسَلْنٰكَ﴾ کے کاف سے حال ہے۔

❁ ﴿وَاَمْـنًـا﴾ اور ﴿مُـصَلًّى﴾ دونوں پر نافع ؒ اور شامی ؒ کے لیے صاد (ص) کا اور باقین ؒ کے لیے (ط) کا وقف ہے۔ صاد کی وجہ یہ ہے کہ ﴿وَاتَّخَذُوْا﴾ ماضی کا صیغہ ہو کر ان صیغوں کے مناسب ہو جاتا ہے جو اس کے دونوں جانب آ رہے ہیں پس جس طرح ﴿جَعَلْنَا﴾ پر ﴿اِذْ﴾ داخل ہے اسی طرح عطف کے ذریعہ ﴿اِتَّخَذُوْا﴾ اور ﴿عَهِدْنَا﴾ بھی ﴿اِذ﴾

داخل ہے، اسی طرح عطف کے ذریعہ ﴿اِتَّخَذُوْا﴾ اور ﴿عَهِدْنَا﴾ بھی ﴿اِذْ﴾ کے مدخول و معمول ہیں اور مجموعہ ﴿وَاذْكُــرْ﴾ مقدر کا مفعول ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں میں واؤ استینا فیہ ہو، لیکن چونکہ عطف کی وجہ قوی ہے اس لیے وقف کی وجہ کمزور ہے۔

اور طا کی وجہ یہ ہے کہ ﴿وَاتَّـخِـذُوْا﴾ امر ہے جس میں استقلالاً اُمت محمدیہ کو حکم دیا گیا ہے پس یہ ماقبل سے جدا ہو گیا اور اس کی وجہ سے ﴿وَعَهِدْنَا﴾ بھی علیحدہ ہو گیا۔

اور ﴿وَعَهِـدْنَـا﴾ کا ﴿وَاتَّخِذُوْا﴾ پر عطف نہیں ہوسکتا کیونکہ دونوں میں خبر و انشاء کے ذریعہ جدائی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ تقدیر ﴿وَقُلْـنَـا لَهُمُ اتَّخِذُوْا﴾ ہو۔ پس اس تقدیر پر پھر وہی پہلی (عطف والی) ترکیب ہو جائے گی۔ لیکن یہ وجہ ضعیف ہے۔

❁ ﴿مُخْلِصُوْنَ﴾ والی اجماعی آیت پر مدنی ؒ، حبر ؒ وشعبہ ؒ، اور روح ؒ کے لیے (ط) کی رمز ہے کیونکہ غیبت کی صورت میں ﴿اَمْ﴾ منقطعہ ہے جو ﴿بَـــلْ﴾

اور ہمزہ کے معنی میں ہوتا ہے۔ پس اس کا علیحدہ رکھنا ہی مناسب ہے اور باقین کے لیے (لا) ہے اس لیے کہ خطاب کی صورت میں ﴿اَمْ﴾ متصلہ ہے جو ہمزہ کا مقابل ہے پس یہ کلام متصل ہے اور جملہ ﴿اَتُحَآجُّوْنَنَا﴾ پر معطوف ہے۔ البتہ آیت ہونے کے سبب ان کے لیے بھی یہاں وقف حسن ہے اور ماقبل سے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے اور (لا) والی آیات کا ہر جگہ یہی حکم ہے۔

❁ ﴿اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ﴾ پر ثوریٰ کے لیے (ط) ہے اور وجہ یہ ہے کہ ﴿اِنَّ الْقُوَّةَ﴾ جملہ مستانفہ ہے اور ﴿وَلَوْ﴾ کا جواب غیبت کی صورت میں ﴿لَرَاَوْا اَمْرًا عَظِيْمًا﴾ اور خطاب کی صورت میں (حضرمی کے لیے) ﴿لَرَاَيْتَ﴾ ہے اور وصل کی وجہ یہ ہے کہ غیبت کی صورت میں تقدیر ﴿لَقَالُوْا اِنَّ﴾ اور خطاب کی صورت میں ﴿لَقُلْتَ اِنَّ﴾ ہے لیکن وقف کی وجہ قوی ہے۔

❁ ﴿خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ پر مدنی رحمہ اللہ اور شفا رحمہ اللہ کے لیے (لا) ہے کیونکہ ﴿وَنُكَفِّرْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ کے محل پر معطوف ہے جو جزا ہے، اور باقین رحمہ اللہ کے لیے (ط) ہے کیونکہ اس صورت میں یہ جملہ مستانفہ ہے یعنی ﴿وَهُوَ يُكَفِّرُ﴾ اور نون کی وجہ التفات ہے۔

❁ ﴿يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ﴾ پر نافع رحمہ اللہ، حبر رحمہ اللہ اور شفا رحمہ اللہ کے لیے (لا) ہے کیونکہ ﴿فَيَغْفِرْ﴾ فا کے ذریعہ ﴿يُحَاسِبْكُمْ﴾ پر معطوف ہے اور باقین رحمہ اللہ کے لیے استیناف کی بناء پر (ط) ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب!

سورة آل عمران

❁ ﴿قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ پر مدنی رحمہ اللہ کے لیے (ط) کا وقف ہے کیونکہ ﴿اِنِّيْٓ اَخْلُقُ﴾ جملہ مستانفہ ہے اور باقین رحمہ اللہ کے لیے اگر ﴿اَنِّيْٓ﴾ کو ﴿اٰيَةٍ﴾ سے بدل بنائیں اور تقدیر ﴿قَدْ جِئْتُكُمْ بِاَنِّيْ﴾ مانیں تو (لا) ہے، اور اگر ﴿هِيَ﴾ مقدر کی خبر بنائیں (اَيْ هِيَ اَنِّيْ) تو (ج) ہے۔

❁ ﴿وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ﴾ پر سب کے لیے آیت ہے اور معنی کی رعایت کی بنا پر

حرمی رحمہ اللہ، ابو عمرو رحمہ اللہ، کسائی رحمہ اللہ کے لیے اس پر (ط) ہے کیونکہ ﴿وَلَا يَأْمُرُكُمْ﴾ جملہ مستانفہ ہے اور باقین کے لیے (لا) ہے۔ کیونکہ ﴿يَأْمُرَكُمْ، يُؤْتِيَهُ اللّٰهُ﴾ پر معطوف ہے اور تقدیر ﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ، اَنْ وَّلَا يَاْمُرَكُمْ﴾ ہے، اور ﴿لَا﴾ پہلی نفی کی تاکید کے لیے دوبارہ آ گیا ہے اور زائد ہے۔

سورۃ نساء

❁ ﴿كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ﴾ پر نافع رحمہ اللہ، مکی رحمہ اللہ، بصری رحمہ اللہ، شامی رحمہ اللہ اور شعبہ رحمہ اللہ کے لیے (لا) ہے کیونکہ ﴿وَ اَحَلَّ﴾، (كَتَبَ) كِتٰبَ اللّٰهِ پر معطوف ہے اور باقین رحمہ اللہ کے لیے (ج) ہے جس میں وقف و وصل دونوں کی وجوہ مساوی درجہ میں ہوتی ہیں۔ پس وقف کی وجہ عبارت کا طویل ہو جانا ہے اور وصل کی وجہ ﴿وَاُحِلَّ﴾ کا ﴿حُرِّمَتْ﴾ پر عطف ہے۔

سورۃ المائدۃ

❁ ﴿اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ﴾ پر کسائی کے لیے اور ﴿بِالسِّنِّ﴾ پر شامی رحمہ اللہ، کسائی رحمہ اللہ اور یزید رحمہ اللہ کے لیے وقف مطلق (ط) ہے۔ کیونکہ کسائی رحمہ اللہ کے لیے ﴿وَالْعَيْنُ﴾ اور اس کے چاروں (4) معطوفات کا اور باقی حضرات کے لیے ﴿وَالْجُرُوْحُ﴾ کا رفع استیناف کی بناء پر ہے اور ان پانچوں (5) کے غیر کے لیے دونوں جگہ کسی قسم کا بھی وقف نہیں ہے کیونکہ ﴿وَالْعَيْنَ﴾ اور اس کے معطوفات کا نصب ﴿النَّفْسَ﴾ کے لفظ پر معطوف ہونے کی بناء پر ہے۔

سورۃ الانعام

❁ ﴿كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ﴾ پر حبر رحمہ اللہ و شفا رحمہ اللہ کے لیے (ط) ہے کیونکہ ﴿اِنَّهٗ﴾ کا کسرہ استیناف کی بناء پر ہے اور یہ جملہ سوال مقدر کا جواب ہے گویا کسی نے دریافت کیا ﴿مَا الرَّحْمَةُ﴾ تو ارشاد ہوا۔ ﴿اِنَّهٗ مَنْ عَمِلَ.... الخ﴾ اور وصل کی وجہ یہ نکل سکتی ہے کہ ﴿كَتَبَ قَالَ﴾ کے معنی پر مشتمل ہے۔ یا ﴿اِنَّهٗ﴾ سے

پہلے ﴿وَقَالَ﴾ مقدر ہے۔ پس یہ پہلے کلام کے ساتھ متصل ہے۔

❁ ﴿فَالِقُ الْاِصْبَاحِ﴾ پر سما رحمہ اللہ، شامی رحمہ اللہ کے لیے (لا) ہے۔ کیونکہ ﴿وَجَاعِلُ، فَالِقُ....﴾ پر معطوف ہے اور عطف مفرد کے قبیل سے ہے جس میں لفظاً بھی اتصال ہوتا ہے اور کوفیین رحمہ اللہ کے لیے (ج) ہے۔ کیونکہ ان کی قراءۃ پر ﴿وَجَعَلَ، فَالِقُ﴾ کے معنی پر معطوف ہے۔ (ای فَلَقَ وَجَعَلَ) پس لفظاً اتصال ضروری نہیں ہے۔

❁ ﴿وَمَا يُشْعِرُكُمْ﴾ پر حق رحمہ اللہ اور امام خلف رحمہ اللہ اور ایک وجہ میں شعبہ رحمہ اللہ کے لیے (ط) ہے۔ کیونکہ ان کی قراءۃ پر یہاں کلام ختم ہو جاتا ہے اور معنی یہ ہیں کہ تمہیں کیا خبر ہے کہ ان کفار کا انجام کیا ہوگا؟ پھر ﴿اِنَّهَا﴾ سے استیناف کے طور پر بتایا کہ یہ اپنی طلب کی ہوئی نشانیوں کے آ جانے پر بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ اور باقین رحمہ اللہ کے لیے اور ایک وجہ میں شعبہ رحمہ اللہ کے لیے (لا) ہے کیونکہ ﴿اِنَّهَا، يُشْعِرُكُمْ﴾ کا دوسرا مفعول ہے۔ اس صورت میں ﴿اَنَّ، لَعَلَّ﴾ کے معنی میں ہے۔ یا ﴿لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ کا ﴿لَا﴾ زائدہ ہے۔

❁ ﴿تَذَكَّرُوْنَ﴾ کی اجماعی آیت پر شفا رحمہ اللہ کے لیے (ط) ہے کیونکہ ﴿وَاِنَّ هٰذَا﴾ سے الگ کلام شروع ہو رہا ہے اور باقین رحمہ اللہ کے لیے (لا) ہے۔ کیونکہ ﴿اَنَّ﴾ کی دونوں قراءتوں پر تقدیر ﴿لِاَنَّ اور لِاَنْ﴾ ہے اور یہ لام ﴿فَاتَّبِعُوْهُ﴾ کے متعلق ہے۔

سورة الاعراف

❁ ﴿وَرِيْشًا﴾ پر عم رحمہ اللہ اور کسائی رحمہ اللہ کے لیے (لا) ہے کیونکہ ﴿وَلِبَاسَ التَّقْوٰى، لِبَاسًا يُّوَارِيْ﴾ پر معطوف ہے لیکن ﴿التَّقْوٰى﴾ پر ان کے لیے (ط) ہے اور باقین رحمہ اللہ کے لیے اس کا عکس ہے۔ یعنی ﴿وَرِيْشًا﴾ پر (ط) اور ﴿التَّقْوٰى﴾ پر (لا) ہے کیونکہ ان کی قراءۃ پر ﴿وَلِبَاسُ التَّقْوٰى﴾ مبتدا ہے اور ﴿ذٰلِكَ﴾ یا تو اس کی صفت ہے یا عطف بیان ہے اور ﴿خَيْرٌ﴾ خبر ہے۔

❁ ﴿حَثِيْثًا﴾ پر شامی رحمہ اللہ کے لیے (ط) ہے، کیونکہ ان کی قراءۃ پر ﴿وَالشَّمْسُ

﴿وَالْقَمَرَ﴾، ﴿وَالنُّجُوْمُ﴾ مبتدا اور ﴿مُسَخَّرٰتٌ﴾ خبر ہے اور باقین رحمہ اللہ کے لیے (لا) ہے کیونکہ ان کے یہاں ﴿وَالشَّمْسَ﴾ یا تو ﴿السَّمٰوٰتِ....﴾ پر معطوف ہے۔ ﴿ای خَلَقَ الشَّمْسَ﴾ اس صورت میں ﴿مُسَخَّرٰتٍ﴾ ان تینوں سے حال ہے یا تقدیر ﴿وَجَعَلَ الشَّمْسَ﴾ اس صورت میں ﴿مُسَخَّرٰتٍ ، جَعَلَ﴾ کا دوسرا مفعول ہے۔

❁ ﴿فَلَا هَادِیَ لَهٗ﴾ پر شفا رحمہ اللہ کے لیے (لا) ہے کیونکہ ﴿وَيَذَرُهُمْ، فَلَا هَادِیَ لَهٗ﴾ کے محل پر معطوف ہونے کے سبب مجزوم ہے اور وہ جزم والی شرط کا جواب ہے۔ ﴿ای لَمْ يَهْدِهٖ اَحَدٌ وَّيَذَرُهُمْ﴾ اور باقین رحمہ اللہ کے لیے (ط) ہے کیونکہ ان کے یہاں را کا رفع استیناف کی بناء پر ہے۔

سورة الانفال

❁ ﴿وَلَوْ كَثُرَتْ﴾ پر حق رحمہ اللہ اور صحبہ رحمہ اللہ کے لیے (ط) ہے کیونکہ ﴿وَاِنَّ اللّٰهَ .... الخ﴾ والا جملہ مستانفہ ہے اور باقین رحمہ اللہ کے لیے (لا) ہے۔ کیونکہ ﴿وَاَنَّ اللّٰهَ﴾ یا تو ﴿وَاَنَّ اللّٰهَ﴾ یا تو ﴿مُوْهِنُ﴾ پر معطوف ہے یا تقدیر ﴿وَلِاَنَّ اللّٰهَ مَعَ﴾ ہے۔ ﴿ای وَ كَانَ ذٰلِكَ الْفَتْحُ لِاَنَّ اللّٰهَ﴾۔

❁ ﴿سَبَقُوْا﴾ پر شامی رحمہ اللہ کے لیے (لا) ہے۔ کیونکہ ﴿اَنَّهُمْ﴾ کی تقدیر ﴿لِاَنَّهُمْ﴾ ہے اور یہ لام ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ﴾ کے متعلق ہے۔ یا ﴿سَبَقُوْا﴾ حال ہے اور ﴿اَنَّهُمْ﴾ دوسرا مفعول ہے۔ یا دونوں مفعولوں کے قائم مقام ہے اور ﴿لَا يُعْجِزُوْنَ﴾ کا ﴿لَا﴾ زائد ہے اور باقین رحمہ اللہ کے لیے ﴿اِنَّهُمْ﴾ کے مستانفہ ہونے کی بناء پر (ط) ہے۔

سورة التوبه

❁ ﴿السُّفْلٰى﴾ پر یعقوب رحمہ اللہ کے لیے (لا) ہے۔ کیونکہ ﴿وَ كَلِمَةَ اللّٰهِ، جَعَلَ﴾ مقدر کا پہلا اور ﴿الْعُلْيَا﴾ دوسرا مفعول ہے اور ﴿هِیَ﴾ ضمیر فصل ہے اور یہ ﴿جَعَلَ﴾ پہلے ﴿جَعَلَ﴾ پر معطوف ہے اور باقین رحمہ اللہ کے لیے (ط) ہے کیونکہ ﴿وَ كَلِمَةُ اللّٰهِ﴾ جملہ مستانفہ ہے۔

سورة یونس

❁ ﴿وَعۡدَ اللّٰهِ حَقًّا﴾ پر ابو جعفر رحمہ اللہ کے لیے (لا) ہے۔ کیونکہ ﴿اَنَّهٗ یَبۡدَؤُا، وَعۡدَ اللّٰـهِ﴾ کا یا ﴿حَقًّـا﴾ کا مفعول ہے۔ یا ﴿وَعۡدَ اللّٰـهِ﴾ سے بدل ہے۔ یا تقدیر ﴿لِاَنَّهٗ﴾ ہے اور باقین رحمہ اللہ کے لیے (ط) ہے۔ کیونکہ ﴿اِنَّهٗ﴾ جملہ مستانفہ ہے۔

❁ ﴿بَغۡیُکُمۡ عَلٰٓی اَنۡفُسِکُمۡ﴾ پر غیر حفص رحمہ اللہ کے لیے (ط) ہے۔ اس بناء پر کہ ﴿مَتَاعُ، ذٰلِكَ یاهُوَ﴾ مقدر کی خبر ہو کر جملہ اسمیہ مستانفہ ہے اور اگر ﴿مَتَاعُ﴾ کو ﴿بَغۡیُکُمۡ﴾ کی خبر قرار دیں اور ﴿عَلٰی﴾ کو ﴿بَغۡیُ﴾ کے متعلق کہیں تو ان کے لیے بھی (لا) ہے اور حفص رحمہ اللہ کے یہاں ﴿مَتَاعَ، بَغۡیُ﴾ کا مفعول لہٗ ہے۔ اِس لیے (لا) ہے۔

❁ ﴿فِی الۡاَرۡضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ﴾ پر ایک ترکیب کی رو سے سب ہی کے لیے وقف مرخص ہے اور وہ یہ کہ ﴿وَلَآ اَصۡغَرُ﴾ اور ﴿وَلَآ اَکۡبَرُ﴾ جملہ اسمیہ مستانفہ ہے اور رفع مبتدا ہونے کی بناء پر ہے اور فتحہ لائے جنسیہ کا اسم ہونے کے سبب بنائی ہے (کما قال الزّجاج) اور دوسری ترکیب کی رو سے سب ہی کے لیے وصل ہے۔ اس لیے کہ رفع کی صورت میں یہ ﴿مِنۡ مِّثۡقَالِ﴾ کے محل پر معطوف ہیں جو ﴿یَعۡزُبُ﴾ کا فاعل ہے اور ﴿مِنۡ﴾ زائد ہے اور فتحہ کی صورت میں یہ ﴿مِنۡ مِّثۡقَالِ﴾ کے لفظ پر معطوف ہیں۔ لیکن چونکہ وصف اور وزن فعل کے سبب غیر منصرف ہیں اس لیے دونوں میں جر کی علامت فتحہ ہے اور قرآنوں میں چونکہ یہاں اور سبا دونوں ہی موقعوں میں کوئی رمز نہیں اس لیے وصل ہی قوی ہے۔

❁ ﴿مَا جِئۡتُمۡ بِهِ﴾ پر ابو عمرو رحمہ اللہ اور ابو جعفر رحمہ اللہ کے وقف جائز ہے، کیونکہ ایک ترکیب کی رو سے ﴿مَا جِئۡتُمۡ بِهِ﴾ ایک جملہ اور ﴿اٰلسِّحۡرُ﴾ بتقدیر ﴿اَهُوَ السِّحۡرُ﴾ دوسرا جملہ ہے اور وصل کی وجہ یہ ہے کہ ﴿مَا جِئۡتُمۡ بِهِ﴾ کا ﴿مَا﴾ استفہامیہ مبدل منہ اور ﴿اٰلسِّحۡرُ﴾ بدل اور بدلین کا مجموعہ مبتدا ہے اور استفہام زجر و توبیخ کے لیے

ہے، اور ﴿اَیُّ شَیۡءٍ﴾ کے معنی میں ہے اور ﴿جِئۡتُمۡ بِهٖ﴾ خبر ہے اور باقین رحمہ اللہ کے لیے صرف (لا) ہے۔ کیونکہ اس صورت میں ﴿مَا، اَلَّذِیۡ﴾ کے معنی میں ہے، اور ﴿جِئۡتُمۡ بِهٖ﴾ صلہ ہے اور موصولہ وصلہ مل کر مبتدا اور ﴿السِّحۡرُ﴾ خبر ہے۔

❁ ﴿اٰمَنۡتُ﴾ پر شفا رحمہ اللہ کے لیے وقف جائز ہے کیونکہ ﴿اِنَّهٗ.... الخ﴾ جملہ مستانفہ ہے اور وصل کی وجہ یہ ہے کہ ﴿اِنَّهٗ، اٰمَنۡتُ﴾ سے بدل ہے اور ﴿قَالَ﴾ مذکور کا مقولہ ہے۔ یا ﴿اٰمَنۡتُ، قَوۡل﴾ کے معنی کو متضمن ہے اور ﴿اِنَّهٗ﴾ اس کا مفعول ہے اور باقین رحمہ اللہ کے لیے صرف وصل ہے، کیونکہ ﴿اَنَّهٗ اٰمَنۡتُ﴾ بمعنی ﴿صَدَّقۡتُ﴾ کا مفعول ہے۔ یا اس کی تقدیر ﴿بِاَنَّهٗ﴾ ہے۔

سورة هود

❁ ﴿فَبَشَّرۡنٰهَا بِاِسۡحٰقَ﴾ پر سما رحمہ اللہ ، شعبہ رحمہ اللہ اور روی رحمہ اللہ کے لیے (ط) ہے کیونکہ سیبویہ کی رائے پر ﴿یَعۡقُوۡبُ﴾ کا رفع اس لیے ہے کہ یہ مبتدا مؤخر ہے جو اپنی خبر مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ مستانفہ ہے اور باقین رحمہ اللہ کے لیے (لا) ہے کیونکہ ﴿یَعۡقُوۡبَ﴾ فعل مقدور ﴿وَوَهَبۡنَا لَهَا﴾ کا مفعول ہے اور وہ ﴿فَبَشَّرۡنٰهَا﴾ پر معطوف ہے۔ یا ﴿یَعۡقُوۡبَ، بِاِسۡحٰقَ﴾ کے محل پر معطوف ہے۔

سورة ابرهيم

❁ ﴿الۡحَمِیۡدِ﴾ والی اجماعی آیت پر عم رحمہ اللہ کے لیے (ط) ہے کیونکہ بعد والا جملہ مستانفہ ہے اور باقین رحمہ اللہ کے لیے (لا) ہے کیونکہ ﴿اللّٰهِ﴾ یا تو ﴿الۡعَزِیۡزِ الۡحَمِیۡدِ﴾ سے بدل ہے یا اس کا عطف بیان ہے۔

سورة النحل

❁ ﴿وَالنَّهَارَ﴾ پر شامی رحمہ اللہ کے لیے اور ﴿وَالۡقَمَرَ﴾ پر حفص رحمہ اللہ کے لیے (ط) ہے کیونکہ دونوں کے لیے بعد کا جملہ مستانفہ ہے اور باقین رحمہ اللہ کے لیے (لا) ہے کیونکہ ان کے یہاں چاروں (4) اسم ﴿الَّیۡلَ﴾ پر معطوف ہیں۔

سورة مريم

❁ ﴿فَيَكُونُ﴾ کی اجماعی آیت پر حرمی رحمہ اللہ، ابو عمرو رحمہ اللہ، رویس رحمہ اللہ کے لیے (لا) ہے۔ کیونکہ خلیل وسیبویہ کے نزدیک تقدیر ﴿وَلِاَنَّ اللّٰهَ﴾ ہے اور لام ﴿فَاعْبُدُوْهُ﴾ کے متعلق ہے اس کے علاوہ پانچ (5) وجوہ اور ہیں جو عنایات رحمانی میں درج ہیں اور ان سب سے اس کا پہلے کلام کے ساتھ اتصال معلوم ہوتا ہے اور باقین رحمہ اللہ کے لیے استیناف کی بناء پر (ط) ہے۔

سورة طه

❁ ﴿وَلَا تَعْرٰى﴾ والی اجماعی آیت پر نافع رحمہ اللہ اور شعبہ رحمہ اللہ کے لیے (ج) ہے کیونکہ ﴿وَاِنَّكَ﴾ جملہ مستانفہ ہے اور وصل کی وجہ یہ ہے کہ اس کا عطف ﴿اِنَّ لَكَ﴾ پر ہے اور باقین رحمہ اللہ کے لیے (لا) ہے۔ کیونکہ ﴿وَاَنَّكَ اَلاَّ تَجُوْعَ﴾ پر معطوف ہے۔

سورة المومنون

❁ ﴿بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ﴾ والی اجماعی آیت پر سما رحمہ اللہ، شامی رحمہ اللہ کے لیے (لا) ہے۔ کیونکہ تقدیر ﴿وَلِاَنَّ﴾ اور ﴿وَلِاَنْ﴾ ہے اور باقین رحمہ اللہ کے لیے (ط) ہے کیونکہ ﴿وَاِنَّ﴾ جملہ مستانفہ ہے۔

❁ ﴿عَمَّا يَصِفُوْنَ﴾ والی اجمالی آیت پر مدنی رحمہ اللہ اور صحبہ رحمہ اللہ کے لیے (ط) ہے کیونکہ ﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ﴾ کی تقدیر ﴿هُوَ عٰلِمُ الْغَيْبِ﴾ ہے۔ اور یہ جملہ مستانفہ ہے اور باقین رحمہ اللہ کے لیے (لا) ہے۔ کیونکہ ﴿عٰلِمِ، اللّٰهِ﴾ کی صفت ہے۔

❁ ﴿بِمَا صَبَرُوْا﴾ پر اخوین رحمہ اللہ کے لیے (ط) ہے۔ کیونکہ ﴿اِنَّهُمْ .... الخ﴾ جملہ مستانفہ ہے اور باقین رحمہ اللہ کے لیے (لا) ہے۔ کیونکہ ﴿اَنَّهُمْ﴾ یا تو ﴿جَزَيْتُهُمْ﴾ کا دوسرا مفعول ہے یا تقدیر ﴿لِاَنَّهُمْ يا بِاَنَّهُمْ﴾ ہے۔

سورة النور

❁ ﴿اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ﴾ والی اجماعی آیت پر غیر حفص رحمہ اللہ کے لیے (ط) ہے۔

کیونکہ ﴿وَالْخَامِسَةُ﴾ جملہ مستانفہ ہے اور باقین رحمہ اللہ کے لیے (لا) ہے۔ کیونکہ ﴿وَالْخَامِسَةَ، اَرْبَعَ﴾ پر معطوف ہے۔

❁ ﴿وَالْاٰصَالِ﴾ پر شامی رحمہ اللہ اور شعبہ رحمہ اللہ کے لیے (ط) ہے، کیونکہ ﴿يُسَبَّحُ﴾ کا نائب فاعل تو ﴿لَهٗ﴾ ہے، اور ﴿رِجَالٌ، الْمُسَبِّحُ﴾ مقدر کی خبر ہے اور تقدیر عبارت یہ ہے گویا کسی نے سوال کیا ﴿مَنْ يُّسَبِّحُهٗ﴾ جواب میں کہا گیا: ﴿الْمُسَبِّحُوْنَ رِجَالٌ .... الخ﴾ اور باقین رحمہ اللہ کے لیے (لا) ہے۔ کیونکہ ﴿رِجَالٌ، يُسَبِّحُ﴾ کا فاعل ہے۔

❁ ﴿صَلٰوةِ الْعِشَآءِ﴾ پر صحبہ رحمہ اللہ کے لیے (لا) ہے۔ کیونکہ ﴿ثَلٰثَ عَوْرٰتٍ، ثَلٰثَ مَرّٰتٍ﴾ سے بدل ہے اور باقین رحمہ اللہ کے لیے (ط) ہے کیونکہ تقدیر ﴿هُنَّ ثَلٰثُ .... الخ﴾ ہے اور یہ جملہ مستانفہ ہے۔

سورة الفرقان

❁ ﴿مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ پر ابنان رحمہ اللہ وشعبہ رحمہ اللہ کے لیے (ج) ہے۔ کیونکہ ﴿وَيَجْعَلُ﴾ والا جملہ مستانفہ ہے اور وصل کی وجہ یہ ہے کہ یہ ﴿جَعَلَ﴾ پر معطوف ہے اس لیے کہ جب شرط ماضی واقع ہو تو اس کے جواب میں مضارع میں رفع اور جزم دونوں صحیح ہیں لیکن یہ سیبویہ کا مذہب نہیں ہے اور باقین رحمہ اللہ کے لیے (لا) ہے۔ کیونکہ یہ ﴿جَعَلَ﴾ کے محل پر معطوف ہے۔

سورة الشعراء

❁ ﴿اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ﴾ (ع:2) والی اجماعی آیت پر یعقوب رحمہ اللہ کے لیے (لا) ہے کیونکہ ﴿وَيَضِيْقَ﴾ اور ﴿وَلَا يَنْطَلِقَ﴾ کا عطف ﴿يُكَذِّبُوْنِ﴾ پر ہے اور خوف تینوں چیزوں سے ہے اور باقین رحمہ اللہ کے لیے (ط) ہے کیونکہ ان کے یہاں بعد کا جملہ مستانفہ ہے۔

سورة النمل

❁ ﴿وَهُمۡ لَا يَهۡتَدُوۡنَ﴾ پر کسائی، ابو جعفر رحمہ اللہ اور رویس رحمہ اللہ کی قراءۃ میں (ط) ہے۔ کیونکہ ﴿اَلَا﴾ سے الگ کلام شروع ہوتا ہے اور باقین رحمہ اللہ کے لیے (لا) ہے۔ کیونکہ ﴿اَلَّا﴾ یا تو ﴿وَزَيَّنَ﴾ کا مفعول لہٗ ہے۔ یا ﴿اَعۡمَالَهُمۡ﴾ سے بدل الکل ہے۔ یا ﴿الۡاَعۡمَالُ﴾ محذوف کی خبر ہے۔ ان صورتوں میں ﴿لَا﴾ اپنے معنی پر ہے اور ﴿السَّبِيۡلِ﴾ سے بھی بدل الکل کہہ سکتے ہیں اور ﴿لَا يَهۡتَدُوۡنَ﴾ کا مفعول بہ بھی۔ ان دونوں صورتوں میں ﴿لَا﴾ زائد ہے۔

❁ ﴿عَاقِبَةُ مَكۡرِهِمۡ﴾ پر کوفی رحمہ اللہ اور یعقوب رحمہ اللہ کے غیر کے لیے (ط) ہے کیونکہ ﴿اِنَّا، هِيَ﴾ مقدر کی خبر ہے اور باقین رحمہ اللہ کے لیے ایک ترکیب کی رو سے (ط) ہے اور وہ یہ ﴿وَاَنَّا، هِيَ﴾ مقدر کی خبر ہے۔

اور اگر اس کو ﴿كَانَ﴾ کی خبر یا ﴿عَاقِبَةُ﴾ سے بدل بنائیں یا اس کی تقدیر ﴿لِاَنَّا﴾ مانیں تو (لا) ہے اور قرآنوں میں (لا) ہی ہے۔

❁ ﴿تُكَلِّمُهُمۡ﴾ پر کوفی رحمہ اللہ اور یعقوب رحمہ اللہ کے غیر کے لیے (ط) ہے۔ کیونکہ ﴿اِنَّ النَّاسَ﴾ جملہ مستانفہ ہے اور اگر ﴿تُكَلِّمُهُمۡ﴾ کو ﴿تَقُوۡلُ﴾ کے معنی میں لے لیں تو پھر ﴿اِنَّ﴾ مقولہ ہوگا۔ اس صورت میں (لا) ہوگا۔ لیکن استیناف قرار دینا اولیٰ ہے اور باقین رحمہ اللہ کے لیے (لا) ہے کیونکہ تقدیر ﴿بِاَنَّ یا لِاَنَّ﴾ ہے۔

سورة سبا

❁ ﴿لَتَاۡتِيَنَّكُمۡ﴾ پر عم رحمہ اللہ اور رویس رحمہ اللہ کے لیے (ط) ہے۔ کیونکہ ﴿عٰلِمُ الۡغَيۡبِ هُوَ﴾ مقدر کی خبر ہو کر جملہ مستانفہ ہے اور باقین رحمہ اللہ کے لیے (لا) ہے کیونکہ ﴿عٰلِمِ﴾ اور ﴿عَلَّامِ، وَرَبِّيۡ﴾ کی صفت یا اس سے بدل ہے۔

سورة الصّٰفّٰت

❁ ﴿اَحۡسَنَ الۡخٰلِقِيۡنَ﴾ والی اجماعی آیت پر صحب رحمہ اللہ و یعقوب رحمہ اللہ کے غیر کے لیے

ہے (ط) ہے کیونکہ ﴿اَللّٰهُ.... الخ﴾ جملہ مستانفہ اور مضمون کے لحاظ سے بھی الگ ہے اور صحب رحمہ اللہ و یعقوب رحمہ اللہ کے لیے (لا) ہے۔ کیونکہ ﴿اَللّٰهُ، اَحۡسَنَ﴾ سے بدل یا اس کا عطف بیان ہے۔

سورۃ فصلت

❁ ﴿فِيۡۤ اَرۡبَعَةِ اَيَّامٍ﴾ پر یعقوب رحمہ اللہ کے لیے (لا) ہے۔ کیونکہ ﴿سَوَآءٍ، اَيَّامٍ﴾ کی صفت ہے اور باقین رحمہ اللہ کے لیے (ط) ہے ابو جعفر رحمہ اللہ کے لیے تو اس بناء پر کہ ﴿سَوَآءٌ، هِيَ﴾ مقدرہ کی خبر ہو کر جملہ اسمیہ ہے اور باقین رحمہ اللہ کے لیے اس وجہ سے کہ ﴿سَوَآءً، اِسۡتَوَتۡ﴾ محذوف کا مفعول مطلق ہو کر جملہ فعلیہ ہے اور دونوں صورتوں میں استیناف ہے۔

سورۃ الشوری

❁ ﴿وَاِلَى الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِكَ﴾ پر ابن کثیر رحمہ اللہ کے لیے (ط) ہے کیونکہ ﴿يُوۡحٰى﴾ کا نائب فاعل ﴿اِلَيۡكَ﴾ ہے جو ﴿وَاِلٰى﴾ کا معطوف علیہ ہے اور ﴿اللّٰهُ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ﴾ فعل مقدر کا فاعل ہو کر جملہ مستانفہ ہے، پس یہ ﴿يُسَبِّحُ لَهٗ، فِيۡهَا﴾ نور (ع:5) کی طرح ہے پس گویا کسی نے سوال کیا ﴿مَنۡ يُّوۡحِيۡ﴾ اس کے جواب میں فرمایا: ﴿اللّٰهُ .... الخ ای يُوۡحِي اللّٰهُ﴾ اور باقین رحمہ اللہ کے لیے (لا) ہے۔ کیونکہ ﴿اللّٰهُ، يُوۡحِيۡ﴾ مذکور کا فاعل ہے۔

❁ ﴿وَيَعۡفُ عَنۡ كَثِيۡرٍ﴾ والی اجماعی آیت پر عم رحمہ اللہ کے لیے (ط) ہے کیونکہ ﴿وَيَعۡلَمُ الَّذِيۡنَ﴾ جملہ مستانفہ ہے ای ﴿وَهُوَ يَعۡلَمُ﴾۔

سورۃ الدخان

❁ ﴿السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ﴾ پر غیر کفیٰ کے لیے ایک ترکیب کی رو سے (ط) بھی ہو سکتی ہے اور وہ یہ کہ ﴿رَبُّ، هُوَ﴾ مقدر کی خبر ہو کر جملہ مستانفہ ہے اور اگر ﴿رَبُّ﴾ کو مبتدا اور ﴿لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ کو خبر بنا لیں تو اس صورت میں ﴿الۡعَلِيۡمُ﴾ پر (ط) اور

﴿مُوْقِنِيْنَ﴾ پر (لا) ہوگا اور اگر ﴿رَبُّ﴾ کو ﴿السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ سے بدل الکل یا اس کی صفت بنائیں تو کوفی رحمہ اللہ کی طرح غیر کوفی رحمہ اللہ کے لیے بھی (لا) ہے اور کوفی رحمہ اللہ کے لیے (لا) کی وجہ یہ ہے کہ ﴿رَبِّ، مِنْ رَّبِّكَ﴾ سے بدل ہے۔

❁ ﴿ذُقْ﴾ پر کسائی رحمہ اللہ کے لیے (لا) ہے، کیونکہ تقدیر ﴿لِاَنَّكَ یا بِـــاَنَّكَ﴾ ہے اور باقین رحمہ اللہ کے لیے (ج) ہے۔ کیونکہ ﴿اِنَّكَ﴾ جملہ مستانفہ ہے اور اگر اس سے پہلے ﴿وَقُوْلُوْا لَهٗ﴾ مقدر مانا جائے اور اس کا عطف ﴿فَاعْتُلُوْهُ﴾ پر کیا جائے تو ان کے لیے بھی (لا) ہے۔ اسی لیے قرآنوں میں دونوں رمزیں ہیں۔

سورة الجاثيه

❁ ﴿لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ والی اجماعی آیت پر اخوین رحمہ اللہ و یعقوب رحمہ اللہ کے لیے (لا) ہے۔ کیونکہ ﴿اٰيٰـتٍ﴾ دوسرے اور تیسرے موقع میں پہلے ﴿لَاٰيٰـتٍ﴾ کی تاکید ہے یا واؤ عاطفہ ہے اور باقی حضرات رحمہ اللہ کے لیے (ط) ہے کیونکہ ﴿وَفِيْ خَلْقِكُمْ﴾ خبر مقدم اور ﴿اٰيٰتٌ﴾ مبتدا موخر ہے اور دونوں مل کر جملہ مستانفہ ہے اور ﴿يُوْقِنُوْنَ﴾ پر سب ہی کے لیے (لا) ہے۔

❁ ﴿وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ (ع:2) پر صحب رحمہ اللہ کے غیر کے لیے (ط) ہے۔ کیونکہ ﴿سَوَآءٌ﴾ خبر مقدم اور ﴿مَحْيَاهُمْ﴾ اپنے معطوف سے مل کر مبتدا موخر اور دونوں مل کر جملہ مستانفہ ہے اور صحب رحمہ اللہ کے لیے (لا) ہے۔ کیونکہ ﴿سَوَآءً نَّجْعَلَهُمْ﴾ کی ضمیر ﴿هُمْ﴾ سے حال موکدہ ہے اور ﴿كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا، نَجْعَلَ﴾ کا دوسرا مفعول ہے۔

❁ ﴿جَاثِيَةً﴾ پر یعقوب رحمہ اللہ کے لیے (لا) ہے۔ کیونکہ اس کے بعد والا ﴿كُلَّ اُمَّةٍ﴾ پہلے ﴿كُلَّ اُمَّةٍ﴾ سے بدل ہے اور باقی نو کے لیے (ط) ہے۔ کیونکہ ﴿كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰى﴾ جملہ مستانفہ ہے۔

سورة الطور

❁ ﴿نَدْعُوْهُ﴾ پر مدنی رحمہ اللہ اور کسائی رحمہ اللہ کے لیے (لا) ہے۔ کیونکہ تقدیر ﴿لِاَنَّهُ﴾ ہے یا ﴿اَنَّهُ، نَدْعُوْهُ﴾ کا دوسرا مفعول ہے۔ ای ﴿نَدْعُوْهُ بِاَنَّهُ﴾ اور باقین رحمہ اللہ کے لیے ﴿اِنَّهُ.... الخ﴾ کے مستانفہ ہونے کی وجہ سے (ط) ہے۔

سورة الواقعه

❁ ﴿مِمَّا يَشْتَهُوْنَ﴾ پر اخوین رحمہ اللہ اور ابوجعفر رحمہ اللہ کے لیے (لا) ہے۔ کیونکہ ﴿وَحُوْرٍ، جَنّٰتِ بِاَكْوَابٍ﴾ پر معطوف ہے اور فراء نے جر جوار کہا ہے لیکن اوّل قول قوی ہے اور باقین رحمہ اللہ کے لیے (ط) ہے۔ کیونکہ ﴿وَحُوْرٌ.... الخ﴾ جملہ مستانفہ ہے۔

سورة مجادلة

❁ ﴿اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ﴾ پر یعقوب کے لیے (ج) ہے کیونکہ ﴿وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرُ﴾ مبتدا اور مابعد خبر ہے پھر یہ دونوں مل کر جملہ مستانفہ ہے اور وصل کی وجہ یہ ہے کہ اس کا عطف ﴿مِنْ نَّجْوٰى﴾ کے محل پر ہے اور چونکہ دونوں کلام بالکل متصل ہیں اسی لیے (ج) ہے۔ ورنہ استیناف کی بناء پر وقف مطلق ہوتا۔

سورة النبا تا سورة الناس

❁ ﴿حِسَابًا﴾ والی اجماعی آیت پر حرمی رحمہ اللہ، ابوعمرو رحمہ اللہ (چاروں) کے لیے (ط) ہے۔ اس بناء پر کہ ﴿رَبُّ، هُوَ﴾ مقدر کی خبر ہے اور ﴿الرَّحْمٰنُ﴾ اس سے بدل ہے اور اگر ﴿الرَّحْمٰنُ﴾ سے پہلے بھی ﴿هُوَ﴾ مقدر مان لیں تو وہ بھی خبر ہوگا اور اس صورت میں ان کے لیے ﴿حِسَابًا﴾ اور ﴿وَمَا بَيْنَهُمَا﴾ دونوں ہی پر وقف مطلق ہو گا اور دونوں کا زیر پڑھنے والوں شامی رحمہ اللہ، عاصم رحمہ اللہ، یعقوب رحمہ اللہ کے لیے ﴿حِسَابًا﴾ اور ﴿وَمَا بَيْنَهُمَا﴾ دونوں پر (لا) ہے۔ اس بناء پر کہ ﴿رَبِّ السَّمٰوٰتِ﴾ تو ﴿مِنْ رَّبِّكَ﴾ سے بدل ہے یا اس کی صفت ہے اور با کا زیر اور نون کا پیش پڑھنے والوں شفا رحمہ اللہ کے لیے ﴿حِسَابًا﴾ پر (لا) ہے کیونکہ ﴿رَبِّ، مِنْ

﴿رَّبِّكَ﴾ سے بدل ہے اور ﴿وَمَا بَيْنَهُمَا﴾ پر (ط) ہے کیونکہ ﴿الرَّحْمٰنُ هُوَ﴾ مقدر کی خبر ہے اور ﴿الـرَّحْمٰـنُ﴾ پر سب ہی کے لیے وقف درست ہے زیر سے پڑھنے والے ہوں خواہ پیش سے، ہاں اگر رفع کی صورت میں ﴿الـرَّحْمٰنُ﴾ کو مبتدا اور ﴿لَا يَمْلِكُوْنَ﴾ کو خبر قرار دیں تو اس پر وقف درست نہ ہوگا۔

❀ ﴿اِلٰى طَعَامِهٖ﴾ پر غیر کوفی رحمہ اللہ کے لیے (ط) ہے کیونکہ ﴿اِنَّا .... الخ﴾ مستانفہ ہے اور ہمزہ کے فتحہ والوں کو فیین رحمہ اللہ اور رویس رحمہ اللہ کے لیے اس پر (لا) ہے کیونکہ ﴿اَنَّا، طَعَامِهٖ﴾ کا بدل الاشتمال ہے ای ﴿فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى، اَنَّا﴾ لیکن ﴿اِلٰى طَعَامِهٖ﴾ پر اگر آیت ہونے کی بناء پر ٹھہریں تو رویس رحمہ اللہ کے لیے ﴿اِنَّا﴾ پڑھیں گے۔

❀ ﴿وَامْرَاَتُهٗ﴾ پر غیر عاصم رحمہ اللہ کے لیے (لا) ہے کیونکہ ﴿حَمَّالَةُ﴾ یا تو اس کی صفت ہے۔ اور ﴿فِيْ جِيْدِهَا.... الخ﴾ خبر ہے۔ یا ﴿حَمَّالَةُ﴾ خود ﴿وَامْرَاَتُهٗ﴾ کی خبر ہے۔ اس صورت میں ﴿الْحَطَبِ﴾ پر وقف درست ہوگا۔ ہاں اگر ﴿حَمَّالَةُ﴾ کو ﴿هِيَ﴾ کی خبر قرار دیں تو پھر غیر عاصم رحمہ اللہ کے لیے بھی ﴿وَامْرَاَتُهٗ﴾ پر (ط) ہی ہو گی اور تا کا زبر پڑھنے والوں (عاصم رحمہ اللہ) کے لیے ﴿وَامْرَاَتُهٗ﴾ پر (ط) ہی ہے۔ کیونکہ ﴿حَمَّالَةَ﴾ کا نصب شتم اور برائی کی بناء پر ہے۔ یعنی ﴿اَذُمُّ حَمَّالَةَ﴾۔

یادداشت

محترم قارئین کرام!

جناب مرداس اسلمی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ! اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

﴿يَذْهَبُ الصَّالِحُوْنَ الْأَوَّلُ فَالْأَوَّلُ وَ يَبْقَى حُفَالَةٌ كَحُفَالَةِ الشَّعِيْرِ أَوِ التَّمْرِ لَا يُبَالِيهِمُ اللّٰهِ بَالَةً﴾ ''نیک لوگ یکے بعد دیگرے رخصت ہو جائیں گے اور ردی کھجوروں وجَو کے بھوسے کی طرح بے کار لوگ باقی رہ جائیں گے۔ جن کی اللہ کو کوئی پروانہیں ہوگی۔''

(صحيح البخاری، کتاب الرقاق باب ذهاب الصالحين، رقم الحديث: ٦٤٣٤)

اگر آپ چاہتے ہیں کہ!

- خالص للٰہیت کے خطوط اور منہج نبوی ﷺ پر آپ کے بچوں کی تربیت ہو۔
- کتاب وسنت کی روشنی میں پھلنے پھولنے والے افراد تیار ہو کر معاشرے کو روحانی رنگ دیں اور اسلامی تہذیب کے امین بن جائیں۔
- مسلمان عناد وتعصب اور دیگر غلاظتوں سے دُور ہو کر محبت اور یگانگت سے ہمکنار ہو جائیں اور ان کو اسلامی افکار سے آشنا کیا جائے۔
- اسلام کے مخالف جملہ فتنو کی بیخ کنی وسرکوبی ہو اور کلمہ حق کا بول بالا ہو۔
- انحائے عالم واقطار الارض میں بھٹکی ہوئی امت محمدی ﷺ کو صحیح تعلیم وتربیت وتبلیغ کے ساتھ صحیح عقیدہ وعبادات کا فہم اور اس کی اہمیت کا علم ہو۔

تو آیئے! رب کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ہمارے ہم رکاب ہو کر دینی حمیت وشعور کا ثبوت دیں شاید کہ امت مسلمہ اپنا کھویا ہوا مقام ووقار حاصل کر سکے۔

وَ اللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ وَ بِهِ الثِّقَةُ وَ عَلَيْهِ التُّكْلَانُ.

كلية القرآن الكريم والتربية الإسلامية

ادارۃ الاصلاح ٹرسٹ پاکستان

البدر (بونگہ بلوچاں) نزد پھول نگر قصور

Phone: 049-2012990 Mob: 0333-4358421, 0333-4296679
Fex: 049-4511710 Mob: 0333-4084583, 0300-4306893

www.quraancollege.com Email.quraancollege@hotmail.com